ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

"اسلام اور وطن پرستی میں مصالحت ناممکن ہے شجر
اسلام اس وقت تک سرسبز و شاداب نہیں ہو سکتا
جب تک کہ وطن پرستی کے خون سے اس کی
آبیاری نہ کی جائے اور وطن پرستی کا حق اس وقت
تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی قربان گاہ پر
اسلام کی بھینٹ نہ چڑھائی جائے"

(مولانا صدرالدین اصلاحیؒ)

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

جلد نمبر ۱۵

ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
اگست ۱۹۹۹ء

شمارہ نمبر ۸

مدیر مسئول
نور محمد فلاحی

مدیر
عبد البر اثری فلاحی

مدیر معاون
انیس احمد فلاحی

* سالانہ زر تعاون : 60.00 روپے
* خصوصی زر تعاون : 100.00 روپے
* بیرون ملک سے : 25.00 امریکی ڈالر

* طلبہ کے لیے : 40.00 روپے
* اعزازی زر تعاون: 1000.00 روپے
* قیمت فی شمارہ : 5.00 روپے

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہذا جلد از جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

دفتر ماہنامہ "مجلہ حیات نو" جامعۃ الفلاح،
بلریاگنج، اعظم گڑھ 276121 (یو۔پی) فون نمبر 05466 - 26115

نقوشِ حیاتِ نو

* اداریہ

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا	عبد البر اثری فلاحی	۳

* بحث و نظر

اہل کتاب کون ہیں؟	رضی الاسلام ندوی	۷
ایسا ہو انقلاب کہ بدلے جہان اب	حسنین سید	۱۴
استقامت ــ وقت کی ضرورت	محمد شیث تیمی	۱۸

* ہدایت کے چراغ

صلہ بن اشیم	ابو جلیس ندوی	۲۲

* مذاہب عالم

جین مت	انیس احمد فلاحی مدنی	۲۷

* سیر و سوانح

ذکر جمیل فہیم (۳)	عبد البر اثری فلاحی	۳۰

* فقہ و فتاوی

کیا اذان سے قبل نماز پڑھنا معیوب ہے؟	ابو ارقم فلاحی	۳۷

* اخبار علمیہ

قرآن مجید کا اردو ترجمہ سی ڈی سوفٹ ویر میں تیار	عمیر منظر فلاحی	۳۹

* شعر و سخن

دعا	عطاء بدی	۱۷

تعارف و تبصرہ

خطبات بنگلور (پیغمبر انسانیت)، "الاسلام"	ابو عبد الرحمن عمار فلاحی	۴۱

* جامعہ کے لیل و نہار

ڈاکٹر لقمان الٰہی مدنی صاحب کی آمد، افتتاحی تقریب	ادارہ	۴۳

* روداد انجمن

فارغات "کلیۃ البنات" جامعۃ الفلاح کی خدمت میں	ساجدہ فلاحی	۴۸

* خطوط و رسائل

	وحید الدین سلیم	۴۶
	محمد عارف عمری	۴۷

وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

عبد البر اثری فلاحی

انتخابات قریب ہیں، اس کی گہما گہمی شروع ہو چکی ہے۔ ہر ایک اپنے طور پر سوچ رہا ہے اور اس کے لئے ذہن ہموار کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے سامنے بھی یہ ایک سوالیہ نشان ہے کہ وہ اپنا ووٹ کسے دیں؟ کس پر اعتماد کریں؟ کون ان کی امیدیں پوری کر سکتا ہے؟ آئندہ ان کے لئے سہارا بن سکتا ہے۔ یوں تو ماضی میں بھی انتخابات ہوتے رہے ہیں اور ہر انتخاب کے موقع سے یہ سوال ابھرتا رہا ہے۔ لیکن اس بار اس سوال نے کچھ زیادہ گمبھیر صورت اختیار کر لی ہے کیونکہ اب تک مسلمانوں نے جن جن پر تکیہ کیا ہے ہر ایک نے دغا دے دیا ہے کسی سے اس کی امیدیں بر نہیں آئی ہیں، بلکہ ہر ایک نے الٹا استحصال کیا ہے خصوصاً ماضی قریب میں سیاست نے جو فرقہ وارانہ رخ اختیار کیا ہے اور بالکل بے اصول بن گئی ہے اس کے بعد تو ہر ایک حیران و پریشان ہے کہ کیا کرے؟

دراصل یہ صورت حال اس معاملے میں ہمارے ہدایت الٰہی کو نظر انداز کر دینے اور اپنی پوزیشن کو بھلا بیٹھنے کا نتیجہ ہے۔ ہم تو خود ایک پارٹی ہیں۔ حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) ہمارے خود اپنے اصول ہیں، اپنی بنیادیں ہیں، اپنے اقدار ہیں، اپنا پیغام ہے۔ غرض یہ کہ وہ سب کچھ ہے جس کی کسی پارٹی کو ضرورت ہوتی ہے بلکہ سب سے اعلیٰ و ارفع معیار کی ہیں لیکن ہم اپنی اس حیثیت کو نہیں پہچانتے نہ اپنی پوزیشن کے قدرداں ہیں بلکہ تہی داموں کی طرح دوسروں کا سہارا ڈھونڈتے رہتے ہیں، دوسروں کے پیچھے چلتے ہیں، جو لبھاتا ہے اس کی طرف ہم جھک جاتے ہیں جو ڈراتا ہے اس کے خوف سے دوسروں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں حالانکہ لبھانے والے اور ڈرانے والے سب کے سب ظالم ہیں۔ اور ہمیں ظالموں سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ تھوڑا بھی ان کی طرف راغب ہونے سے روکا گیا ہے کیونکہ اس کا نتیجہ آخرت میں جہنم اور دنیا میں اللہ کی ولایت، سرپرستی اور نصرت و تائید سے محرومی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولا ترکنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار ومالكم من دون الله من أولياء ثم لا تنصرون. (هود : ۱۱۲)

اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے۔

ہم نے چونکہ اس معاملہ میں اس ہدایت الٰہی کا پاس و لحاظ نہیں رکھا ہے اس لئے جو انجام مقدر ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ آخر آپ غور فرمائیں کہ ہم نے جس جس کا ساتھ دیا جس جس کی طرف جھکے، جس جس کو اپنی جائے پناہ بنایا اور جس جس کا سہارا لیا، کیا ہر ایک "الذین ظلموا" کی تعریف میں نہیں آتے ہیں۔ خواہ ظلم کا مفہوم شرک و بت پرستی لیا جائے جیسا کہ قرآن نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا "إن الشرك لظلم عظيم" (لقمان: ۱۳) بے شک شرک ظلم عظیم ہے، بہت بھاری ظلم ہے۔

سورۃ الانعام آیت ۸۲ میں "الذين آمنوا و لم يلبسوا إيمانهم بظلم أولئك لهم الأمن وهم مهتدون" وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا انھیں کے واسطے امن ہے اور وہی راہ یاب ہیں۔

یہیں "ظلم" کی وضاحت "شرک" احادیث صحیحہ میں منقول ہے۔

"ظلم" کے اس مفہوم کی روشنی میں ملک کی ساری سیاسی پارٹیاں "ظالم" قرار پاتی ہیں کیونکہ وہ سب شرک میں مبتلا ہیں اور شرک کی علمبردار ہیں۔

ظلم کا اگر دوسرا مفہوم مراد لیا جائے جو معروف ہے یعنی زیادتی کرنا، حقوق غصب کرنا تو اس پہلو سے بھی میزانیہ میں کم و بیش سبھی پارٹیاں "ظالم" ہی ٹھہریں گی۔ ان کے مظالم اس قدر معلوم و معروف ہیں کہ کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ صورت حال کے تناظر میں اس وقت عمومی جھکاؤ کانگریس کی طرف ہو رہا ہے حالانکہ ماضی میں ہم بارہا اس کی جانب سے ڈسے گئے ہیں "والمؤمن لا يلدغ من جحر مرتين" مومن ایک بل سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔

کیا بابری مسجد کی شہادت میں کانگریس کا حصہ نہیں؟ کیا شلانیاس کا ڈھونگ کسی اور نے کیا ہے؟ کیا جامع مسجد پر گولی کسی اور نے چلوائی تھی؟ کیا علی گڑھ کے تعلیمی ادارے پر حملہ کسی اور

نے کروایا تھا؟ کیا فیملی پلاننگ کا جبری نفاذ کسی اور کے دور حکومت کی بات ہے؟ ملازمت اور خصوصاً اعلیٰ و اہم مناصب سے بے دخلی میں کسی اور کی منصوبہ بندی نے رنگ دکھایا ہے؟ خصوصاً مسلم آبادیوں والے علاقوں میں فسادات کا لامتناہی سلسلہ کس کے زمانے کی بات ہے؟

ایسا لگتا ہے کہ مسلمان ان زخموں کو بھول گئے اور قاتل ہی کو پھر مسیحا بنانے پر تلے ہوئے ہیں جس کا نتیجہ "خسران مبين" کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا۔ المیہ تو یہ ہے کہ علماء اور قائدین بھی عوام کو یہی راہ دکھا رہے ہیں۔ حال ہی میں جمعیۃ العلماء ہند نے دہلی کے اندر اپنے اجلاس میں صدر کانگریس سونیا گاندھی کی جو پذیرائی کی ہے اس سے کیا اشارہ ملتا ہے اور عوام کو کیا سبق جائے گا؟

یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر ان پارٹیوں کا ساتھ نہ دیا جائے تو کیا کیا جائے؟ واضح بات ہے کہ ہر طرف سے منہ موڑ کر ہمیں خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہئے، خود اعتمادی اور خود انحصاری پیدا کرنا چاہئے۔ ہم خود ایک پارٹی ہیں۔ حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) اس کی بنیاد پر کھڑے ہوں۔ اپنی صفوں کو درست کریں، کسی اور کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھنے کے بجائے اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا ولی بنائیں "ومن يتول الله ورسوله والذين آمنوا فإن حزب الله هم الغالبون" (المائدۃ: ۵۶)

اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو تو اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے۔

جو لوگ اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان کو ولی بنائیں وہی حزب اللہ میں شمار ہوں گے اور اللہ نے انھیں کے لئے غلبہ مقدر کر رکھا ہے۔ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے جس نے اس کو اپنا ولی بنا لیا پھر اسے کسی اور کے ولایت کی ضرورت نہیں اور نہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

اس ضمن میں ہمیں سر دست درج ذیل اقدامات کرنا چاہئے:

(۱) ہر ایک سے ہم اپنا ناطہ توڑ لیں تا کہ اللہ کی ولایت و نصرت سے ہم محروم نہ ہوں اور جہنم کے عذاب سے بچ سکیں۔

(۲) اپنے حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) ہونے کے احساس کو بیدار اور پختہ کریں۔

(۳) کسی پارٹی کا تصور بغیر امیر کے نہیں کیا جا سکتا اس لئے اپنوں میں سے کسی مناسب فرد کو امیر

جن لیا جانا چاہیے۔

(۴) حزب اللہ کی جو خصوصیات قرآن و سنت میں بیان کی گئی ہیں ہر ایک کو ان سے آراستہ ہونے اور کرنے کی کوشش شروع کر دینی چاہیے۔

(۵) امت مسلمہ کے جتنے معاملات جس سطح پر بھی اجتماعی شکل میں انجام دیے جا سکتے ہیں انھیں بروئے کار لانے کے لیے فوراً متوجہ ہو جانا چاہیے۔ ان کے لیے مساجد کی اکائی سب سے بہترین ذریعہ ہیں۔

(۶) حزب اللہ جس پیغام کی حامل ہے، جن اصولوں کی علمبردار ہے، وسیع پیمانے پر اس کی توسیع، اشاعت کی جد و جہد شروع کر دینی چاہیے خصوصاً دوسرے تمام نظامہائے حیات کے مقابلے میں اس کے جو امتیازات ہیں وہ ہر ایک کے سامنے کھول کھول کر رکھ دینا چاہیے۔

ان پہلوؤں پر جیسے جیسے ہم پیش قدمی کریں گے ہمارے غلبہ کی راہیں ہموار ہوتی جائیں گی ان کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کی گئی تو ماضی کی طرح منزل کھوٹی ہونے کے علاوہ کوئی اور نتیجہ بر آمد نہیں ہوگا۔ أعاذنا الله منه ووفقنا لما يحب ويرضى.

☆☆☆

"احادیث میں ایک شخص کا قصہ مذکور ہے جس کا نام قزمان تھا رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں پیشن گوئی فرمائی تھی کہ یہ جہنمی ہے جنگ احد میں اس نے کفار کے خلاف بڑی بے جگری کے ساتھ قتال کیا تو صحابہ کرام کو حیرت ہوئی کہ جو شخص جہاد میں ایسی جاں فروشی دکھاتا ہے حضور ﷺ اس کو جہنمی کس طرح فرماتے ہیں، مگر جب وہ جنگ میں زخمی ہو کر گرا اور مرتے ہوئے اس نے خود اقرار کیا کہ میں نے قومی و وطنی حمیت کی خاطر جنگ کی تھی تو صحابہ کا تعجب رفع ہو گیا اور یہ حقیقت ان پر کھل گئی کہ اسلام کی نگاہ میں غازی یا مجاہد صرف وہ شخص ہے جو محض حق کی خاطر تلوار اٹھائے اور شہید اور سعادت اخروی کا مستحق صرف وہ ہے جو اقامت عدل، دفع ظلم اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بغیر کسی مادی منفعت کی طمع کے لڑ کر مارا جائے۔ یہی ایک داعیہ جو ایک سچے مسلمان کو میدان جنگ میں لے جا سکتا ہے اس کے علاوہ اور جتنے محرکات قتال ہیں سب بل کفر کے لیے ہیں، اگر ایک مسلمان ان غیر اسلامی محرکات میں سے کسی محرک کے اشارہ پر آمادۂ پیکار ہوتا ہے تو اس کی جنگ جاہلیت کی جنگ ہے اور اس کی موت جاہلیت کی موت"

(مولانا صدر الدین اصلاحیؒ)

اہل کتاب کون ہیں؟

محمد رضی الاسلام ندوی
ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

قرآن کریم میں بعض گروہوں کو "اہل کتاب" یا اس جیسے الفاظ (مثلاً الذین اوتوا الکتاب، الذین آتیناھم الکتاب، الذین اوتوا نصیباً من الکتاب، الذین یقرءون الکتاب، الذین اورثوا الکتاب وغیرہ) سے مخاطب کیا گیا ہے۔ کتاب سے مراد ظاہر ہے کتاب الٰہی ہے جو اسم جنس ہے۔ اس طرح لغوی اعتبار سے اہل کتاب کا مطلب ہوا الٰہی کتابوں کو ماننے والے۔ پھر قرآن میں اہل کتاب کہہ کر کون سے مذہبی گروہ مراد لیے گئے ہیں۔

قرآن میں اس کے مواقع استعمال کا استقراء کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً اہل الکتاب کہہ کر یہود و نصاریٰ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ بعض مواقع پر تو واضح اشارہ ملتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علاوہ دوسرے گروہ وہاں مراد ہو ہی نہیں سکتے۔ مثلاً:

يسألك أهل الكتاب أن تنزل عليهم كتابا من السماء فقد سألوا موسى أكبر من ذلك. (النساء: ۱۵۳)

اے نبی یہ اہل کتاب اگر آج تم سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم آسمان سے کوئی تحریر ان پر نازل کراؤ تو اس سے بڑھ چڑھ کر مجرمانہ مطالبے یہ پہلے موسیٰ سے کر چکے ہیں۔

یہاں "حضرت موسیٰ علیہ السلام" سے سوال" کے حوالے سے اشارہ ملتا ہے کہ اہل کتاب سے مراد یہود ہیں۔

يا أهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ولا تقولوا على الله إلا الحق، إنما المسيح عيسى بن مريم رسول الله وكلمته ألقاها إلى مريم وروح منه (النساء: ۱۷۱)

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو، مسیح عیسیٰ بن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے۔

اس آیت میں مخاطب صرف نصاریٰ ہیں۔ اس لیے کہ وہی حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں غلو

کرتے تھے۔

بعض آیات میں 'اہل کتاب' کہہ کر یہود اور نصاریٰ دونوں کو مراد لیا گیا ہے۔ مثلاً:

يا اهل الكتاب لم تحاجون في ابراهيم وما انزلت التوراة والانجيل الا من بعده ، افلا تعقلون. (آل عمران: ٦٥)

اے اہل کتاب، تم ابراہیم کے (دین کے) بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ تورات اور انجیل تو ابراہیم کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔ پھر کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

قل يا أهل الكتاب لستم على شئي حتى تقيموا التوراة والانجيل وما انزل اليكم من ربكم. (المائدة: ٦٨)

صاف کہہ دو کہ "اے اہل کتاب تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ توراۃ اور انجیل اور دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔

مذکورہ دونوں آیات میں تورات اور انجیل کے حوالے سے خطاب کیا گیا ہے اور ظاہر ہے تورات کو ماننے والے یہود اور انجیل کو ماننے والے نصاریٰ ہیں۔

اسی بنا پر علماء اسلام نے صراحت کی ہے کہ اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ علامہ طبری فرماتے ہیں:

واسم اهل الكتاب يلزم اهل التوراة واهل الانجيل [1]

لفظ "اہل کتاب" اہل تورات اور اہل انجیل کو مستلزم ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے:

وأهل الكتاب هم اهل التوراة والانجيل. [2]

اہل کتاب سے مراد تورات اور انجیل کو ماننے والے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس تخصیص کی بنیاد کیا ہے؟ یہود و نصاریٰ کے علاوہ دیگر مذہبی گروہ جن کا قرآن نے تذکرہ کیا ہے یعنی صابئین، مجوس اور مشرکین۔ کیا ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ فرقے جن شخصیات کے پیرو ہیں ان کے بارے میں

۱ تفسیر طبری (جدید) ۳۸۵/۶ دار المعارف مصر

۲ المغنی ۵۹۰/۶ مکتبۃ الریاض الحدیثہ ریاض ۱۹۸۱ء

قطعیت سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اللہ کے نبی تھے یا جو کتابیں ان کی طرف بھیجی گئی تھیں وہ ضائع ہو چکی ہیں۔ ان کا اب کوئی وجود نہیں ہے یا جن کتابوں کو ان کے یہاں تقدس کا درجہ حاصل ہے ان کے بارے میں الہامی کتاب ہونے کی بات بالجزم نہیں کہی جا سکتی۔ ان وجوہ سے ان فرقوں کو قطعی طور پر اہل کتاب نہیں قرار دیا جا سکتا۔

جہاں تک مشرکین (یعنی مشرکین مکہ) کا سوال ہے وہ لوگ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جد امجد سمجھتے تھے لیکن نزول قرآن کے زمانے میں ان پر نازل ہونے والے صحیفوں (صحف ابراہیم) کا کوئی وجود نہیں تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن انھیں اہل کتاب سے الگ گروہ شمار کرتا ہے اور ان کا تذکرہ علیحدہ کرتا ہے:

لم يكن الذين كفروا من اهل الكتاب والمشركين منفكين حتى تاتيهم البينة. (البينة ١)

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس دلیل روشن نہ آجائے۔

ایک جگہ قرآن نے انھیں "امیین" کہا ہے۔ وہاں بھی ان کا تذکرہ اہل کتاب سے علیحدہ کیا ہے:

وقل للذين اوتوا الكتاب والاميين أأسلمتم. (آل عمران: ٢٠)

پھر اہل کتاب اور امیین دونوں سے پوچھو: "کیا تم نے بھی اس کی اطاعت و بندگی قبول کی؟"

رہے صابئین اور مجوس تو ان کے سلسلہ میں علماء اسلام کے درمیان بہت زیادہ اختلافات ہیں کوئی انھیں اہل کتاب قرار دیتا ہے۔ کوئی مثل اہل کتاب کہتا ہے اور کوئی بے دین بتلاتا ہے۔ ان اختلافات کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی ہو سکتا ہے:

صابئین [1]

حضرت ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں: صابئین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہیں۔ یہ لوگ زبور پڑھتے ہیں۔[2]

۱ صابئین کے بارے میں ذیل میں درج شدہ اقوال تفسیر طبری (جدید) ۱۴۶/۲-۱۴۷ (قدیم) ج۱/۱۴۷-ص۸۹، تفسیر ابن کثیر ۱۰۳/۱ ، ۸۰/۲ سے نقل کیے گئے ہیں۔ دیگر حوالے الگ سے ذکر کر دیے گئے ہیں۔

۲ صحیح بخاری، کتاب التیمم ، باب الصعید الطیب وضوء المسلم۔

یہی قول طبری نے سدی کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ اور سدی کا اقتباس علامہ ابن کثیر نے ان دونوں کے علاوہ ربیع ابن انس، ابوالشعثاء جابر ابن زید، ضحاک، اسحاق ابن راہویہ کی جانب بھی کیا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ اسی بنا پر امام ابو حنیفہ اور اسحاق ان کے ذبیحہ اور مناکحت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ طبری اور ابن کثیر نے ابن زید سے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ صابئین جزیرہ موصل کے رہنے والے اور ایک مذہب کے ماننے والے تھے۔ وہ لا إله إلا الله کہتے تھے لیکن جزا و سزا اور کسی کتاب اور کسی نبی کے قائل نہیں تھے۔

امام احمد اور امام شافعی سے مروی ہے کہ صابئین نصاریٰ کی جنس سے ہیں۔ امام احمد سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ صابئین 'سبت' کو مانتے ہیں۔ اس طور پر یہ لوگ یہود کے مشابہ ہیں۔ [1]

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ صابئین ملائکہ کی پرستش کرتے تھے۔ قبلہ رو ہو کر نماز پڑھتے تھے اور زبور کی تلاوت کرتے تھے۔ ابن کثیر نے قتادہ کی روایت میں صابئین کے غیر قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے قتادہ سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ وہ لوگ سورج، چاند اور آگ کی پرستش کرتے تھے۔

ابن وہب کا قول ہے کہ صابئین تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر سال تیس دن کے روزے رکھتے ہیں اور یمن کی طرف رخ کرکے روزانہ پانچ وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔

حضرت مجاہد کے قول کے مطابق صابئین، مجوس، یہود اور نصاریٰ کے بین بین ہیں۔ مگر ان کا کوئی دین نہیں ہے۔ ایسا ہی قول حضرت عطا اور حضرت سعید بن جبیر کا بھی ہے۔

وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ صابئین خدائے واحد کو مانتے ہیں مگر ان کی کوئی شریعت نہیں ہے جس پر عمل کریں اور انھوں نے کفر نہیں کیا۔

یہ مختلف اقوال نقل کرکے آخر میں ابن کثیر نے لکھا ہے: "ان اقوال میں مجاہد اور ان کے متابعین (عطا اور سعید ابن جبیر) اور وہب ابن منبہ کا قول مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صابئین یہود، نصاریٰ، مجوس اور مشرکین سے الگ ایک قوم ہیں۔ یہ لوگ اپنی فطرت پر قائم تھے۔ ان کا کوئی مخصوص دین نہ تھا جس کی وہ اتباع کرتے ہوں"۔ [2]

---

[1] المغنی ۶/۵۹۱

[2] تفسیر ابن کثیر ۱/۱۰۳ المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر ۱۹۳۷ء

مجوس

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "مجوس اہل کتاب نہیں ہیں جیسا کہ علماء کے درمیان مشہور ہے"۔ [1] ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: "مجوس آگ کی پرستش کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اس دنیا میں اصل دو چیزیں ہیں: نور اور ظلمت"۔ [2]

ابن قدامہ نے لکھا ہے: "امام احمد نے صراحت کی ہے کہ مجوس کے پاس کوئی (الہامی) کتاب نہیں ہے۔ یہی عام علماء کا بھی قول ہے"۔ [3]

امام ابن حزم فرماتے ہیں: "مجوس اہل کتاب ہیں۔ وہ بعض انبیاء کا اقرار کرتے ہیں"۔ [4]

ان اختلافات کا سبب یہ ہے کہ مختلف ادوار میں ان فرقوں کے عقائد اور مذہبی سرگرمیوں میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ جن شخصیات کے بارے میں ان کے دلوں میں احترام اور عقیدت پائی جاتی ہے تاریخ میں ان کی جانب کچھ اچھے اعمال اور کچھ اچھے کردار بھی منسوب ہیں۔ جن مذہبی کتابوں کو ان کے یہاں تقدس کا درجہ حاصل ہے، ان میں کچھ اچھی باتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس بنا پر اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر رہے ہوں جنھیں اس نے ان کی ہدایت کے لیے بھیجا ہو۔ اور وہ مذہبی کتابیں الہامی ہوں۔ لیکن بعد میں امتداد زمانہ کے سبب ان کی سیرتیں مسخ ہو گئی ہوں اور ان کتابوں میں تحریفات در آئی ہوں۔ چنانچہ ان کتابوں کے بارے میں "اہل کتاب" ہونے کا شبہ تو کیا جا سکتا ہے لیکن یقینی طور سے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی۔ ایسے فرقوں کے لیے علماء نے "شبہ اہل کتاب" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ شہرستانی نے لکھا ہے:

"وہ لوگ جو ملتِ حنفی اور شریعتِ اسلامی سے خارج ہیں، البتہ کسی دوسری شریعت کے قائل اور اس کے احکام و حدود اور شعائر پر عمل پیرا ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن کے پاس واقعۃً کتاب موجود ہے مثلاً تورات اور انجیل۔ ایسے لوگوں کو قرآن 'اہل کتاب' کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ اور دوسرے وہ لوگ جن کے کتاب (الہی) کے حامل ہونے کا شبہ کیا جا سکتا ہے مثلاً مجوس اور

---

[1] تفسیر قرطبی ۲/۷۷ الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب ۱۹۸۷ء

[2] حوالہ سابق ۱۲/۲۳

[3] المغنی ۶/۵۹

[4] الفصل فی الملل ۱/۹۸

مانویہ[1] اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو صحیفے نازل ہوئے تھے وہ مجوس کی حرکتوں کی وجہ سے آسمان پر اٹھالئے گئے۔ ان لوگوں کے ساتھ عہد و ذمہ کا معاملہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے ساتھ یہود اور نصاریٰ جیسا برتاؤ کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اصحاب کتاب تھے۔ لیکن ان کے ساتھ مناکحت اور ان کے ذبیحہ کا استعمال جائز نہیں۔ اس لئے کہ کتاب ان کے درمیان سے اٹھالی گئی"[2]

بعض لوگوں نے ہندو قوم کو بھی 'شبہ اہل کتاب' میں شمار کیا ہے۔ ان کے نزدیک ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں جس "منو" کا تذکرہ ملتا ہے اس کے حالات حضرت نوح علیہ السلام پر پوری طرح منطبق ہوتے ہیں۔ اور ان مذہبی کتابوں میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو قرآنی تعلیمات سے مشابہ ہیں۔[3]

گزشتہ بحث کے خلاصہ کے طور پر مولانا صدر الدین اصلاحی کی ایک تحریر درج کی جاتی ہے مولانا نے اصطلاح "اہل کتاب" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اہل کتاب کے لفظی معنی "کتاب والوں" کے ہیں۔ مگر قرآن کی اصطلاح میں جس طرح لفظ 'کتاب' کا ایک خاص اور محدود و متعین مفہوم ہے اور اس سے مراد صرف کتاب الٰہی ہوا کرتی ہے، نہ کہ مطلق کتاب۔ اسی طرح "اہل کتاب" کا ایک خاص اور متعین مفہوم ہے اور اس سے مراد صرف یہودی اور عیسائی ہوا کرتے ہیں نہ کہ ساری ہی آسمانی کتابوں کی ماننے والی ملتیں اور جماعتیں۔ یہ صحیح ہے کہ جب 'کتاب' سے مراد کتاب الٰہی ہوتی ہے تو اہل کتاب کا مفہوم بھی کتاب الٰہی کے ماننے والے ہوں گے اور اس کا اطلاق کچھ خاص کتابوں کے ماننے والوں تک محدود نہ کیا جائے۔ ساری ہی آسمانی کتابوں کے ماننے والوں تک وسیع ہونا چاہئے۔ لیکن جہاں یہ بات ہے وہیں یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس وقت دنیا میں جتنی مذہبی کتابیں پائی جاتی ہیں ان میں سے صرف تین ہی کتابیں ایسی ہیں جن کے کتاب الٰہی ہونے کی قرآن نے تصدیق فرمار کھی

[1] مانویہ کے بارے میں شہرستانی نے لکھا ہے: "یہ فرقہ مانی ابن فاتک کا پیرو ہے جس نے مجوسیت اور نصرانیت کے بیچ میں ایک مذہب ایجاد کیا تھا۔ وہ حضرت عیسیٰ کی نبوت کا قائل تھا البتہ حضرت موسیٰ کی نبوت کا منکر تھا" الملل والنحل ۱/۲۴۸۔

[2] الملل والنحل ۱/۲۸۳

[3] تفصیل کے لئے دیکھئے مولانا شمس نوید عثمانی کی کتاب "اگر اب بھی نہ جاگے تو......"
ناشر: روشنی پبلشنگ ہاؤس، رامپور، طبع اول ۱۹۸۹ء

ہے تورات، انجیل اور زبور۔ اس لئے وہ جب 'اہل کتاب' کا لفظ استعمال کرے گا تو اس سے اس کی مراد قدرتی طور پر صرف انہیں تینوں کتابوں کی پیرو ملتوں تک محدود ہوگی۔

تورات کے نام پر وجود میں آنے والی ملت یہودی ہیں۔ اور انجیل کے ذریعہ ظہور میں آنے والی ملت عیسائی ہیں۔ رہی زبور تو اس کی بنیاد پر کوئی علیحدہ ملت وجود میں نہیں آئی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کوئی مستقل کتاب ہے ہی نہیں۔ اور اس کی حیثیت بس تورات کے ضمیمے کی سی ہے۔ جو مشہور اسرائیلی پیغمبر حضرت داود علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ اور جسے یہودی اور عیسائی دونوں ہی گروہ مانتے ہیں۔

ان تین کتابوں کے سوا باقی جن کتابوں کو بھی آج آسمانی کتاب کی حیثیت سے مانا جارہا ہے چونکہ ان کے ذکر سے قرآن بالکل خاموش ہے اس لئے اس کی سند اور تصدیق کی بنا پر ان میں سے کسی کو کتاب الٰہی اور اس کے پیرووں کو 'اہل کتاب' تسلیم کئے جانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ البتہ قیاس کا دروازہ ضرور کھلا ہوا ہے۔ مگر ظاہر ہے قیاس صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔ اس لئے اسے قرآنی اعتراف و تصدیق کا قائم مقام کسی طرح نہیں قرار دیا جاسکتا۔ حالانکہ یہاں بحث ایک قرآنی اصطلاح کے مفہوم و مدعا کی، دوسرے لفظوں میں قرآنی اعتراف و تصدیق ہی کی ہے۔

غرض 'اہل کتاب' کی اصطلاح یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے 'علم' کی حیثیت رکھتی ہے اور کسی تیسرے گروہ کو اس کے دائرے میں داخل نہیں سمجھا جاسکتا۔[1]

اس بحث سے واضح ہوا کہ قرآن کی اصطلاح میں اہل کتاب سے مراد صرف یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اس لئے کسی اور فرقے کو "اہل کتاب" کی صف میں شامل کرنا مناسب نہیں۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

[1] قرآن کا تعارف، ص ۱۸۲-۱۸۳ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی

ایسا ہو انقلاب کہ بدلے جہان اب

محمد تسنین سید

ایسا ہو انقلاب کہ بدلے جہان اب
اسلام کی زمین بنے سارا جہان اب

"إنّ الدين عند الله الاسلام و من يبتغ غير دين الاسلام فلن يقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرين"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین، ضابطہ حیات صرف اسلام ہی ہے جو کوئی دین اسلام کے علاوہ کوئی ضابطہ حیات اپنائے گا، وہ عنداللہ مقبول نہ ہوگا اور انجام کار دنیا اور آخرت میں خسارہ میں رہے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پہلا انسان اور دنیا میں اپنا پہلا خلیفہ بھی بنایا انھوں نے جس ضابطہ حیات کو اپنایا اور اپنی اولاد کو جس کی تلقین کی وہ اسلام ہی تھا۔ ان کے بعد جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے سبھوں نے دین اسلام ہی کو پیش کیا، حسب ضرورت دین اسلام میں وسعت ہوتی گئی۔ مثلاً جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ایک ڈیڑھ بالشت کا جامہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے، جیسے جیسے اس کا قد بڑھتا جاتا ہے اس کا جامہ بڑا ہوتا جاتا ہے، جب وہ بھرپور جوان ہو جاتا ہے تو اس کا جامہ قد کے مطابق عمر بھر کے لئے کافی ہوتا ہے۔

جب حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہو کر آئے تو انسانیت مکمل ہو چکی تھی، تو فرمایا گیا: "اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الإسلام دينا" آج کے دن تمہارے لئے اپنے دین کو مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، تمہارے لئے اسلام کو دین، ضابطہ حیات کی حیثیت سے پسند کیا اور مسلمانوں کو خیر امت کے لقب سے نوازا گیا، فرمایا گیا: "كنتم خير أمة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تؤمنون بالله" اب تم دنیا میں بہترین امت، بہترین جماعت ہو، تم دنیا والوں کو نیکی کا حکم دو، برائیوں سے روکو اور اللہ پر ایمان رکھو۔

"وكذلك جعلناكم أمة وسطاً لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا" اس طرح تم کو امت وسط بنایا گیا ہے اللہ کا رسول تم پر حق کی گواہی دے اور تم دنیا والوں پر حق کی گواہی دو۔

حضرت محمد ﷺ نے ۱۳ سال مکہ میں اور ۱۰ سال مدینہ منورہ میں رہ کر گواہی دی اور سارے عرب کو دار الاسلام بنایا، اس سلسلہ میں آپ کو ہر قسم کی جسمانی، قلبی اور ذہنی اذیتیں برداشت کرنی پڑیں، مکہ مکرمہ میں آپ کے چہرے مبارک پر تھوکا گیا، جب آپ حالت نماز میں تھے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کی گئی، اتفاق سے حضرت ابوبکرؓ آ گئے، انہوں نے دھکا دے کر جان بچائی، حالت نماز میں تھے پیٹھ مبارک پر اونٹ کی غلاظت ڈالی گئی حضرت فاطمہؓ کو خبر ہوئی آکر پیٹھ سے غلاظت صاف کی، طائف والوں نے نادان لڑکوں سے اتنا پٹوایا کہ آپ بیہوش ہو گئے، خون سے سارا بدن تر ابور ہو گیا جب ہوش میں آئے تو ایک جھاڑی میں پناہ لی، اللہ تعالیٰ نے یہ سب تماشہ دیکھا اور فرشتوں کو بھیجا کہ آپ اجازت دیں تو طائف کے پہاڑوں کو ان پر الٹ دیں، آپ رحمۃ للعالمین نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ تو دین اسلام اس طرح قائم ہوا۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں رہ کر آپ ﷺ سارے عرب کو دار الاسلام بنا کر دنیا سے تشریف لے گئے، مسلمانوں کے سر پر خیر امت کا تاج رکھ کر فرمایا "كنتم خير أمة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تؤمنون بالله" اب تم دنیا میں بہترین امت ہو، لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائیوں سے روکو اور اللہ پر ایمان رکھو، صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کو مستعدی سے انجام دیا، حضرت عثمانؓ کے زمانے تک ایشیا کا بڑا حصہ سمرقند بخارا تک، یورپ کا جنوبی حصہ، افریقہ کا شمالی حصہ دار الاسلام بن گیا، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلافت راشدہ ختم ہو گئی، خلافت ملوکیت میں بدل گئی، جابر بادشاہت قائم ہو گئی، مرکز خلافت بھی بدلتا رہا۔ آخری مرکز ترکی تھا، ترکی کی خلافت زوال پذیر ہوئی، خلیفہ کمزور اور بے اختیار ہو گیا، سمجھ گیا کہ نام نہاد اسلامی خلافت ہی مسلمانوں کے زوال کا باعث ہے ترکی میں رہے یہودیوں اور عیسائیوں نے مصطفیٰ کمال کو آگے بڑھا کر خلافت ختم

کرادی گئی، سیکولر ریاست قائم کردی گئی، اسلام کی ہر علامت کو اس ظالم نے مٹانے کی کوشش کی عالم اسلام میں کہرام مچ گیا، قرآن مجید کا رسم الخط رومن رسم الخط میں تبدیل کیا گیا، دینی مدارس بند کردیے گئے۔ اقبالؒ نے کہا:

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا ☆ سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

اقبالؒ ہی نے نعرہ دیا:

لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر ☆ تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار

مصر میں حسن البناشہید نے پھر سے خلافت کی بنا استوار کرنے کے لئے اخوان المسلمین قائم کی مصر اس وقت انگریزوں کے زیر اثر تھا۔ کچھ دنوں کے بعد حسن البنا کو شہید کرادیا گیا، لیکن اخوان المسلمین کی تحریک تمام عرب ممالک میں پھیل چکی تھی، وہ کام کرتی رہی، ہند میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ۲۶ ؍اگست ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی لاہور میں قائم کی، اس کا نصب العین برصغیر ہند میں حکومت اللہ کا قیام قرار دیا۔ اس وقت کا برصغیر اس وقت کے بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا اور برما پر مشتمل تھا۔ ان سب ملکوں میں مستقل جماعتیں اپنے حالات کے مطابق کام کررہی ہیں۔

پس چہ باید کرد ایہا المسلمون؟

خیر امت کی ذمہ داریاں محسوس کرنی ہوں گی، بھارت کے بیس کروڑ مسلمانوں کو جو انڈونیشیا کے بعد سب سے زیادہ بھارت ہی میں ہیں، زیادہ تر بے شعور، نسلی، نقلی مسلمان ہیں ان کو باشعور پورا اور پکا مسلمان بنانے کی مہم شروع کرنی ہوگی یونسکو کے جائزہ کے مطابق اس وقت دنیا کی آبادی ۶ ارب ہے ان میں مسلمانوں کی آبادی ڈیڑھ ارب ہے، یونسکو کے جائزہ کے مطابق ۸۵ فیصدی مسلمان ان پڑھ، بے شعور، نسلی نقلی مسلمان ہیں، ان کو باشعور عملی مسلمان بنانے کی مہم شروع کرنی ہوگی۔

تیسرا قدم: مسلمانوں کے جو گاؤں اور محلے ہیں ان کو خوشحال مثالی گاؤں اور محلے بنانے ہوں گے، ان میں کوئی انسان بھوکا اور ننگا نہ ہو، علاج کے بغیر نہ مرے، کوئی مسلمان مرد و عورت اسلام کی بنیادی اور لازمی تعلیمات سے ناواقف نہ ہو، ہر مسلمان نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ کا پابند ہو۔ اس

گاؤں یا محلے میں جو غیر مسلم ہوں ان کو ان کی خیر خواہی کے جذبے سے ان کو اسلام کی تعلیمات سے واقف کرانے کی کوشش کی جائے، زور زبردستی ہرگز نہ کی جائے۔ "لا اکراہ فی الدین" "ادعوا الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ" تب ہی اللہ تعالیٰ نے جو امت مسلمہ کے سر پر خیر امت کا تاج رکھا ہے وہ زیب دے سکتا ہے اور پوری دنیا دارالاسلام بن سکتی ہے۔ اور اقبالؒ کا یہ ارشاد بجا ہو سکتا ہے

لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر ☆ تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار

دعا

عطا عابدی

سن لے تو میرے دل کی دعاؤں کو الٰہی
اسلام کی راہوں کا بنا دے مجھے راہی
بخشش کی بشارت سے مرے قلب کو کر شاد
بے چین مجھے رکھتا ہے احساس گناہی
کب تک خرد خام کے ہاتھوں رہوں پسپا
دے عشق کی دولت کہ ٹلے سر سے تباہی

ہر حال میں الفاظ تشکر ہوں زباں پر
افلاس و امیری ہو غلامی ہو کہ شاہی
جو شے کی حقیقت کو سمجھنے کا رکھے دم
آنکھوں کو مری ہو عطا وہ تیز نگاہی

بڑھنے سے تباہی کی طرف مجھ کو بچا لے
ہر صبح مری شام کی دیتی ہے گواہی

ہر شے تیری رحمت کے خزانے سے ہے پر اب
کیوں کر رہے محروم ترا بندہ عطا ہی

محمد شیث محمد ادریس التیمی
ریسرچ اسکالر
علامہ ابن باز اسلامک اسٹڈیز سنٹر،
جامعہ ابن تیمیہ، مشرقی چمپارن بہار

استقامت

وقت کی ضرورت

یہ ایک ناقابل تردید صداقت ہے کہ آج انسانی دنیا عظیم ترین بحران سے گذر رہی ہے۔ دینی میدان ہو یا فکری بساط، سیاسی ماحول ہو یا اقتصادی فضا، غرض یہ کہ بلا قید زمان و مکاں ہر جگہ فتنہ ارتداد اپنا خونی پنجہ جمائے ہوا ہے۔ کیا شہر کیا دیہات، دنیائے مغرب اپنے خوفناک اور انسانیت سوز عزائم کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے نئے نئے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔ کبھی تو وہ دنیا کے سامنے نیا عالمی نظام (New World Order) کے حسین نام سے اپنا استعماری نظریہ پیش کرتی ہے تاکہ بھولی بھالی دنیا اس کے فکر و نظر اور تہذیب و کلچر کا بہ آسانی اسیر بن جائے اور کبھی عالمی برادری کو عالم کاری (Globelisation) کے خوبصورت گلدستے سے نوازتی ہے جس کا مطلب ہے سارے عالم کو سیاسی ہو یا اقتصادی، علمی ہو سائنسی اور تہذیبی ہو ثقافتی، ہر اعتبار سے خداوند امریکہ کے خود ساختہ نظام کے تحت ایک پلیٹ فارم پر اس طرح جمع کر دیا کہ انسانی زندگی کے ہر گوشہ میں بلا امتیاز رنگ و نسل یکساں اور غیر معمولی طور سے ترقی ممکن ہو سکے۔ اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو یہ بھی عالم بشری کے خلاف بالعموم اور عالم اسلام کے خلاف ایک فریب اور سازش ہے۔ کیونکہ (Globelisation) کوئی نیا نظریہ نہیں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کیدۂ مغرب کی طرف سے پرانی شراب نئی بوتل میں پیش کیے جانے کی ایک اہم کڑی ہے۔

لہذا ایسے دور میں جب کہ انسانیت کراہ رہی ہے اسلام اور اہل اسلام کو تہذیبی و ثقافتی، دینی و فکری، اعتقادی و نظریاتی اور قومی و ملی ہر اعتبار سے قعر ذلت میں دھکیلنے کی کوششیں شباب پر ہیں۔ اور امت مسلمہ کو نوع بنوع چیلنجوں کا سامنا ہے۔ ضرورت ہے کہ قوم مسلم گوشہ رخصت و بے چارگی میں امن و عافیت کے پھول چننے کے بجائے انگارہ اولوالعزمی و استقامت کو پکڑ لیں۔ یہی تقاضہ فطرت، وقت کی آواز اور مشیت ایزدی ہے، چنانچہ سورۂ ہود کی درج ذیل آیتیں موجود

بلاشبہ یہ احوال و ظروف میں ہمیں یہ پیغام دے رہی ہیں کہ:

فاستقم كما امرت و من تاب معك ولا تطغوا انه بما تعملون بصير (هود: ۱۱۲)

جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے (اسی طرح) تم اور وہ سب جو کہ توبہ کرکے تمہارے ساتھ ہوگئے ہیں اپنی راہ پہ استقامت و استواری کے ساتھ ڈٹے رہو، اور حد سے نہ بڑھو، بلاشبہ تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اور سورہ فصلت میں ہے۔

قل إنما أنا بشر مثلكم يوحى إلىّ أنما إلهكم إله واحد فاستقيموا اليه واستغفروه. (فصلت: ۱۱۲)

اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ سو تم استقامت کے ساتھ اس کی طرف چلو اور اس سے معافی چاہو۔

اسی طرح استقامت کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی صریح حدیث آتی ہے جس کے راوی سفیان ابن عبد اللہ ثقفی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے ایسی بات بتائیے کہ آپ کے بعد کسی اور سے اس کے بارے میں دریافت کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہوا (قل آمنت بالله ثم استقم : (مسلم) کہہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ڈٹے رہو۔

قرآن کریم کے اندر استقامت کے بے شمار دینوی و اخروی فوائد بیان کیے گئے ہیں مثلاً راہ استقامت پر گامزن لوگ سکون قلب و جگر اور سعادت دنیوی و اخروی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

راہ استقامت کا فدائی تنگی رزق کا شکار نہیں ہوتا ہے۔ سورۃ الجن میں ہے:

وان لو استقاموا على الطريقة لاسقينهم ماء غدقا (الجن: ۱۶)

اور اگر وہ لوگ راہ استقامت پر ثابت قدمی سے چلتے تو ہم انھیں خوب سیراب کرتے۔

اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ صاحب استقامت کا دل ہر طرح کے خوف و ہراس اور رنج و ملال سے یکسر خالی ہو جاتا ہے، اور جب کبھی وہ اپنے جذبہ عزیمت کے سبب کسی مصیبت سے دوچار ہو جاتا ہے تو فرشتے اس کی مدد کو آتے ہیں نیز اسے دنیا ہی کے اندر اس وسیع و عریض جنت

کی خوشخبری سنادی جاتی ہے جو کہ ہر مسلمان کا کعبۂ مقصود اور منتہائے فوز و فلاح ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة ألا تخافوا ولا تحزنوا وأبشروا بالجنة التي كنتم توعدون (فصلت: ٣٠)	جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پہ ثابت قدم رہے یقیناً ان پہ فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اسی طرح امام نووی نے واسطی کے توسط سے استقامت کی خصوصیت یہ بتلائی ہے:
"استقامت کے سبب محاسن درجۂ کمال کو پہنچتے ہیں اور اس کے عدم سے محاسن قبیحتوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں"

یہ ٹھیک ہے کہ رہ استقامت خار دار جھاڑیوں اور سنگریزہ وادیوں سے عبارت ہے، مصائب و آلام کی بھٹی میں تپنا اس کا خاصہ ہے، اور قوم و قبیلہ کی عداوت و دشمنی اس کا منتہائے کمال۔ لیکن یہ اس امر پہ ایک جوداں حقیقت ہے کہ جو شخص جذبۂ استقامت سے سرشار ہو جاتا ہے اس کے اندر سمندر پاٹنے اور کوہ سے دریا بہانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بار دو و بم کی قیامت خیزی اور حشر انگیزی اس کے شاہراہ عزیمت کے روڑے نہیں بنتے اور وقت کا بڑا سے بڑا فتنہ اور بڑی سے بڑی سازش اس کے نزدیک تار عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ ورنہ آخر وہ کون سی طاقت تھی جس نے ہزاروں کے سامنے تین سو تیرہ نہتھوں کو کھڑا کر دیا تھا، آخر وہ کون سی قوت تھی جس نے بلال حبشیؓ جیسے لاغر و نحیف انسان کے اندر کفار کے نوع بنوع مظالم سہنے کی صلاحیت پیدا کر دی تھی۔ آخر وہ کون سا جذبہ تھا جس نے جبابرۂ قریش کے سامنے صحابیٔ رسول کے اندر یہ کہنے کی جرأت پیدا کر دی تھی۔

فلست أبالي حين أقتل مسلما
على أي جنب كان لله مصرعي

(اور جب میں بحالت اسلام قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی قطعی پرواہ نہیں کہ مجھے کس پہلو پچھاڑ کر قتل کیا جا رہا ہے)

اور آخر وہ کون سی اسپرٹ تھی کہ جس نے طاغوت وقت رستم کے سامنے ربعی بن عامر کو اس قدر بے باکانہ انداز تکلم پر قادر بنا دیا تھا۔

إنّ الله ابتعثنا لنخرج الناس من عبادة العباد إلى عبادة الله ومن جور الأديان إلى عدل الاسلام (اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کو بندوں کی عبودیت سے چھٹکارا دلا کر اللہ کی عبادت میں لگائیں۔ اور دیگر ادیان کی ناانصافیوں سے نجات دلا کر اسلام کے نظام عدل سے آشنا کرائیں۔

سوائے اس کے کہ ان کا ایمان تھا، إن الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا......

تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے اسلاف نے اسی جذبۂ عزیمت سے لبریز ہو کر وقت کے طاغوتوں کو اپنے پائے تحقیر سے روندا ہے۔ اسی جذبۂ اولوالعزمی کے بل بوتے وقت کے دھارا کو بدلا ہے۔ اور چہار دانگ عالم سے خراج تحسین وصول کیا ہے۔ امام دارالہجرہ مالک بن انس کو کون نہیں جانتا جنھوں نے منصور کے شہنشاہی فتنہ "طلاق مکرہ" کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا، امام اہل السنۃ احمد بن حنبل سے کون واقف نہیں ہے جنھوں نے معتصم کے فتنۂ خلق قرآن کی استقامت و عزیمت کے ٹھوکر سے دھجیاں اڑا دی تھیں، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ سے کون متعارف نہیں جنھوں نے فتنۂ تاتار کو پال تکس ثابت کر دیا تھا۔ لیکن آج جدھر دیکھئے تو مسلم مجبور و مقہور اور لاچار و سرد و زبی ہوئی ہے، گاؤں کا گاؤں ملبہ میں تبدیل ہو رہا ہے، بستی کی بستی گاجر مولی کی طرح کاٹی جا رہی ہے، ان کی عزت و ناموس کا چمن اجاڑا جا رہا ہے، ان کی تہذیب و کلچر پر ہر طرف سے یلغار ہو رہی ہیں، ان کے دین و عقیدہ کا سر عام مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اور ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ان کی تابندہ تاریخ مسخ کی جا رہی ہے اور وہ ہے کہ تنگنائے رخصت و ضعف میں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے چراغ خانۂ درویش بنا ہوا ہے۔

آج بھی عظمت ماضیہ کی بازیابی ممکن ہے مگر شرط یہ ہے کہ پہلے ہم جذبۂ اولوالعزمی و استقامت سے سرشار ہو جائیں اور اپنے اندر اسلاف کا قلب و جگر پیدا کریں کیونکہ بقول شاعر:

عزم محکم ہو تو ہر بگڑی بنا سکتا ہے تو
دن کو تارے رات کو سورج اگا سکتا ہے تو

وما توفیقی الا باللہ

صلہ ابن اشیمؒ

وہ رات کا عابد، دن کا مجاہد تھا!

ابو جلیس ندوی

جب رات کا اندھیرا اپنے جوبن پر آتا دن کی مشقتوں سے ٹوٹتے بدن خوابگاہوں کی نرم گود سے لپٹ جاتے، پلکوں پہ خوابوں کی کیاریاں مسکرا اٹھتیں،

تو اس کی آنکھیں اشکبار ہوتیں، وہ محراب عبادت میں کھڑا اپنے رب کے حضور نیاز بندگی پیش کرتا، گریہ دعا و مناجات سے قلب و روح کی بیقراریوں کا مداوا کرتا۔

لبہائے گریہ پیماں کردعاء درد انگیز
در نگاہ سے کوئے لباں سے نکلی ہے

گریہ شب نے اس کی بصیرت کو وہ نور عطا کر دیا تھا کہ آفاق و انفس کے ذرے ذرے میں وہ خدا کے جلال و جمال کی نشانیاں بے حجاب دیکھتا، وہ قرآن کا شیدا تھا۔ رات کے تیسرے پہر قرآن کی تلاوت اس کے لہجے کو ایسا سوز و کیف عطا کر دیتی کہ سننے والوں کے دل بھی اس کی لذت سے بے خود ہو جاتے۔ عبادت سے اس کی محبت اتنی تھی کہ سفر ہو یا حضر، مصروفیت کے ایام ہوں یا فرصت کی گھڑی ہر حال میں اہتمام عبادت کی کیفیت یکساں ہوتی اور کوئی بڑی سے بڑی دنیاوی ضرورت ان کے اس اہتمام میں حارج نہ ہوتی۔ جعفر بن یزید کا بیان ہے کہ ہم اسلامی لشکر کے ہمراہ کابل فتح کرنے کی غرض سے نکلے، لشکر میں صلہ ابن اشیمؒ بھی تھے۔ کچھ دور پہنچ کر رات تاریک ہوئی تو لشکر نے پڑاؤ ڈالا، کھانے اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر سب لوگ اپنے اپنے خیموں میں جا کے لیٹ گئے، مجھے حیرت ہوئی کہ صلہ ابن اشیمؒ بھی دوسرے لوگوں کی طرح اپنے خیمہ میں آرام سے لیٹ گئے، میں نے اپنے جی میں کہا خواہ مخواہ ہی لوگ ان کی عبادت گذاری کا اتنا چرچا کرتے ہیں۔ پھر میں نے طے کیا کہ رات بھر جاگ کر ان کی عبادت و ریاضت کی حقیقت معلوم کروں۔

میں نے دیکھا کہ جب سارا لشکر نیند کی گود میں پہنچ کر بے خبر ہو گیا تو وہ اٹھے اور اندھیروں کی اوٹ میں چھپتے ہوئے لشکر سے کچھ دور نکل گئے، ان کے پیچھے پیچھے پوشیدہ طور پر میں بھی چلا، چلتے

چلتے وہ ایک خوفناک جنگل میں پہنچ گئے، جنگل کے بیچ میں پہنچ کر انھوں نے قبلہ کی سمت معلوم کی اور پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

میں نے دور سے دیکھا تو ان کا چہرہ تاریکی میں جگنو کی طرح چمک رہا تھا، ان کے اعضاء و جوارح سے سکونت کی خوش آویزی ٹپک رہی تھی، جیسے جنگل کی خوفناک فضا کا ان پر کوئی اثر ہی نہ ہو۔

وہ بے خوف و خطر نماز میں کھڑے تھے کہ جنگل کے مشرقی گوشے سے ایک شیر نمودار ہوا اور جب وہ کچھ قریب آیا اور یقینی طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ وہ شیر ہی ہے کچھ اور نہیں، تو میرا دل دہشت سے اچھلنے لگا، ڈر کے مارے میں ایک اونچے درخت پر چڑھ گیا، شیر مسلسل صلہ ابن اشیمؒ کی جانب بڑھتا رہا اور ان سے قریب ہوتا رہا، چند لمحوں میں وہ ان کے قریب پہنچ گیا اور آ کے ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میرا حال تو بڑا برا ہو رہا تھا لیکن وہ مرد خدا اپنی جگہ بدستور مصروف نماز رہا اور شیر کی کوئی پرواہ نہ کی، جب وہ سجدے میں گئے تو میری چیخ نکل گئی کہ ہائے اب شیر ان کو پھاڑ کھائے گا۔

لیکن وہ سجدے سے اٹھ کر بیٹھے تو شیر ان کے سامنے باادب کھڑا ہو گیا، جتنی دیر وہ نماز پڑھتے رہے شیر پیکر ادب بنا اسی طرح کھڑا رہا، انھوں نے سلام پھیر لیا تو شیر کی طرف دیکھا، اسے اپنے قریب بلایا اور آہستہ آہستہ اس سے کچھ کہا جسے میں نہ سن سکا، شیر نے ان کی بات سنی تو اطاعت کی گردن جھکائی اور پھر جہاں سے آیا تھا وہاں واپس چلا گیا۔

اب سپیدۂ سحر نمودار ہو کر نکھر چکا تھا، انھوں نے فجر کی نماز ادا کی اور پھر اللہ کی حمد و ثناء میں مشغول ہو گئے۔ ان کی حمد و ثناء ایسی تھی کہ کوئی بدبخت سنتا تو وہ بھی بندگی و اطاعت کا ذوق آشنا ہو جاتا، حمد و ثناء کے بعد دعاء کے لیے ہاتھ اٹھایا، کہا:

اے اللہ میں بڑا گنہگار ہوں، کس منھ سے جنت کا سوال کروں۔ شرم آتی ہے، لیکن اے میرے رب! گناہوں نے جہنم مجھ پر واجب کر دیا ہے اس لئے ایک سوال ہے کہ!

"جہنم کی آگ سے مجھ کو بچا لے"

اس دعاء کو وہ بار بار دہراتے رہے، دہراتے دہراتے خود بھی رو پڑے اور مجھے بھی بے تحاشا رلایا۔

دعا سے فارغ ہو کر وہ واپس آئے اور اپنے خیمہ میں دراز ہو گئے، کسی کو اس کا احساس و اندازہ نہ ہوا کہ انھوں نے پوری رات آنکھوں آنکھوں ہی میں کاٹ دی ہے، ان کے پیچھے پیچھے میں بھی واپس آیا لیکن رات بھر جاگنے کی وجہ سے میرا برا حال ہو رہا تھا، سارا جسم ٹوٹ رہا تھا اور شیر کا خوف اب بھی میرے حواس اڑائے جا رہا تھا۔

ان کی زندگی کے حالات و واقعات کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ وہ تذکیر اور پند و نصائح کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، جب بھی کوئی موقع ملتا لوگوں کو اپنی نصیحت سے فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے، ان کی نصیحت ایسی اثر آفریں ہوتی تھی کہ سخت سے سخت دل اور برگشتہ مزاج بھی موم ہو جاتے تھے۔

اس تعلق سے ایک واقعہ یوں پیش آیا کہ وہ خلوت گزینی کے لیے بصرہ میں شہر کے بالکل کنارے جایا کرتے تھے، راستہ میں منچلے نوجوانوں کی ٹولیاں طرارے بھرتی ہوئی سامنے آتیں، وہ ایسے دلنشیں پیرائے میں ان کو نصیحت کرتے کہ ان کی کایا پلٹ جاتی، ایک بار انھوں نے نوجوانوں سے کہا:

بتاؤ ان لوگوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جو کسی عظیم مقصد کے لیے سفر پر نکلے ہوں، لیکن اپنا راستہ چھوڑ کر ادھر ادھر سرگشتگی کرتے ہوں؟

یہ بات وہ ہر روز ان نوجوانوں سے کہا کرتے، ایک دن ایک نوجوان نے کہا:

بخدا یہ ہم لوگوں کی جانب ہی اشارہ کر رہے ہیں، یہ کہتا ہوا ایک نوجوان ان میں سے نکلا اور صلہ ابن اشیم کے ساتھ ہو لیا اور زندگی بھر ان کے ساتھ رہ کر ان کی خدمت کرتا رہا۔

ایک بار بصرہ کا ایک اور نوجوان آیا اور عرض کیا کہ اللہ نے آپ کو علم سے نوازا ہے، مجھے بھی کچھ عطا کیجیے، وہ بہت مسرور ہوئے اور کہا:

تم نے بڑی پرانی بات یاد دلا دی، جب میں تمہاری طرح نوجوان تھا تو میں نے بھی ایک صحابی سے یہی سوال کیا تھا، انھوں نے مجھے جو جواب دیا تھا وہی جواب تم اپنے لیے بھی سمجھو، انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ:

قرآن کو اس طرح حرز جاں بنالو کہ تمہاری آرزو و امید کے لئے وہی شادابی بہار بن جائے،

اس سے خود بھی نصیحت حاصل کرو اور دوسروں کو بھی اسی سے نصیحت کرو، اور دیکھو تم سے جتنا ہو سکے اللہ سے دعا مانگتے رہا کرو۔

نوجوان نے کہا: میرے حق میں کچھ دعا فرمایئے۔

فرمایا: اللہ تجھے آخرت کا طلبگار بنائے اور دنیا کی محبت سے تیرا دل پاک صاف کر دے، اور تجھے ایسا یقین عطا کرے جو کمال ایمان و اسلام کا ضامن ہو۔

صلہ ابن اشیم کی شریک عمر [illegible] معاذہ عدویہ تھیں، وہ حضرت عائشہؓ کی شاگردہ ہونے کی وجہ سے محدثہ تھیں ان کی جلالت شان کے لئے یہی بات کافی ہے کہ حسن بصری نے ان سے درس حدیث لیا تھا، وہ بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں۔ جب رات آتی تو کہتیں کہ یہ رات میری زندگی کی آخری رات ہوگی اس لئے پوری رات عبادت کرتی رہتیں، اسی طرح جب دن آتا تو کہتیں کہ یہ دن میری زندگی کا آخری دن ہے اس لئے دن میں بھی پہلو ٹیکنے کی ہمت ان کو نہ ہوتی اور پورا دن عبادت میں ہی گزار دیتیں، وہ سردیوں کے زمانے میں بھی باریک کپڑے استعمال کرتیں تاکہ زیادہ سردی لگنے کی وجہ سے نہ نیند غالب آئے نہ عبادت کا سلسلہ ٹوٹے، وہ رات بھر عبادت و تلاوت قرآن میں مصروف رہتیں، جب نیند غالب آنے لگتی تو چہل قدمی کرنے لگتیں اور کہتیں:

اے معاذہ، قبر میں کل سونے کی طویل مدت ملے گی، اگر تم چاہتی ہو کہ وہ نیند سرور انگیز ہو تو آج عبادت میں جاگ لو۔

صلہ ابن اشیم نے سنت نکاح پر عمل پیرا ہونے کے لیے معاذہ سے شادی کر لی، شب زفاف کے لیے ان کے ایک بھتیجے ان کو حمام لیکر پہنچے، پھر کچھ آراستہ کر کے انھیں حجلہ عروسی میں پہنچا دیا، وہاں پہنچ کر وہ دوگانہ شکرانہ نکاح ادا کرنے لگے، دلہن نے بھی ان کی اقتدا کر لی، دلہن کے ساتھ نماز ادا کرنے میں ان کو ایسی لذت اور شگفتگی ملی کہ صبح تک دونوں نماز ہی پڑھتے رہ گئے، ان کے بھتیجے نے صبح کو ان سے کہا کہ حجلہ عروسی میں آپ کو نماز پڑھنے کے لیے تو نہیں بھیجا تھا، صلہ بولے کہ تم نے حمام میں داخل کیا تو اس کی گرمی نے جہنم کی یاد دلادی اور حجلہ عروسی میں داخل کیا تو اس کی خوشبو سے جنت کی یاد آگئی، پھر جنت اور دوزخ کے تصور میں ایسا کھویا کہ دلہن بھی یاد نہ رہی۔

صلہ ابن اشیم کی مجاہدانہ زندگی بھی بے مثال تھی وہ جب میدان جنگ میں اترتے تو کسی کو اپنا

مد مقابل نہ سمجھتے، جو سامنے آجاتا اس کو زمین پر ڈھیر کر دیتے، اسی لیے اسلامی لشکر کے سالاروں میں ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ صلہ ابن اشیم کو اپنے ساتھ رکھے تاکہ ان کی بہادری ان کے فتحیاب ہونے کی ضمانت اور علامت ہو۔

جعفر بن یزید کا بیان ہے کہ ایک غزوہ میں صلہ ابن اشیم کے ساتھ میں بھی شریک ہوا۔ جب ہم دشمن کے روبرو ہوئے تو صلہ ابن اشیم اور ان کا ایک ساتھی دشمن کے لشکر پر پل پڑے اور اس طرح بہادری کے جوہر دکھائے کہ دشمن کی فوجیں زیر و زبر ہو گئیں، دشمن کے سپہ سالار تجربہ کار تھے، انھوں نے کہا کہ صرف دو آدمی ہمارے لشکر کو اس طرح زیر و زبر کر سکتے ہیں تو پورا لشکر کیا کرے گا؟ انھوں نے فوراً مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔

[illegible] میں بھی صلہ ابن اشیم جہاد کے لیے نکلے، ان کے ساتھ ان کا لڑکا بھی تھا۔ جب میدان کارزار گرم ہوا تو انھوں نے اپنے لڑکے سے کہا:

آگے بڑھو، اللہ کے دشمنوں کو مارو، اگر تم کو شہادت نصیب ہوئی تو اللہ کے پاس کوئی امانت نہیں ہوتی۔

لڑکا دیوانہ وار دشمن پر ٹوٹا، ان کے کشتوں کے پشتے لگاتا چلا گیا بالآخر خود بھی شہید ہو گیا۔ باپ نے لڑکے کو شہید ہوتے دیکھا تو خود اس کی جگہ دشمنوں سے جنگ آزمائی کرنے لگا، تھوڑی دیر اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کے بعد وہ بھی شہید ہو گیا۔

جب شہادت کی خبر بصرہ پہنچی تو عورتیں معاذہ کو پرسہ دینے کے لیے آئیں۔

معاذہ نے ان سے کہا:

اگر تم مبارکباد دینے آئی ہو تو بھلے، لیکن اگر تسلی دینے آئی ہو تو واپس جاؤ کہ تسلی کی مجھے ضرورت نہیں۔

جین مت (۱)

انیس احمد فلاحی

جین مت کے عقائد

جین مت کے بنیادی عقائد درج ذیل ہیں:

(۱) دنیا جیو (روح) اور اجیو اور ان کے تعلق سے پیدا ہوئے کرشموں کا نام ہے۔ یہ کائنات ازلی ہے، ہمیشہ سے اسی طرح چلی آرہی ہے۔ نہ اس کا کبھی آغاز ہوا اور نہ کبھی اس کا اختتام ہوگا۔ اس لیے اس کے خالق کو تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اپنے قدرتی قانون سے چل رہی ہے۔ اس کا انتظام کرنے والا کوئی ایشور نہیں ہے اور نہ اس کو پیدا یا فنا کرنے والا ہے۔

جیو کی تعریف: جیو "روح" یعنی جو جیتا ہے یا ذی روح ہے۔ روح لاتعداد ہیں۔ روح اپنی خالص حالت میں لامتناہی ادراک، لامتناہی علم، لامتناہی برکت اور لامتناہی قوت سے موصوف ہے۔ یعنی وہ کامل مطلق ہے لیکن بالعموم چند خاص ناجی روحوں کو چھوڑ کر دوسری تمام روحوں کی قوت و پاکیزگی کرم کے مادہ کے باریک نقاب سے پوشیدہ ہے۔

اجیو: یعنی جوذی روح نہیں ہے۔ اور یہ پانچ ہیں:

(۱) پدگل: یعنی مادہ جو لطیف اجزاء کی شکل میں موجود ہیں اور "جیو" میں داخل ہو کر اس کو کثیف اور میلا کر دیتے ہیں اور اس کی فطری طاقتوں کو چھپا دیتے ہیں اور محدود بنا دیتے ہیں۔

(۲) آکاش یا آسمان: یہ ایسا لطیف وجود ہے جو دنیاوی عالم اور نجات یافتہ روحوں کے اعلیٰ عالم پر چھایا ہوا ہے اور جس میں تمام چیزیں "دھرم، ادھرم، جیو اور پدگل" داخل ہیں۔ وہ کوئی سلبی وجود نہیں ہے۔ اور نہ محض مزاحمت یا خلا ہے بلکہ واقعی ایک وجود ہے جو دوسری چیزوں کو ایک دوسرے میں داخل کرنے کے لئے معاونت کرتا ہے۔

(۳) دھرم: وہ ایسا لطیف مادی جوہر ہے جو دنیاوی عالم سے متحد ہے اور عالم کے ہر حصہ پر چھایا ہوا ہے اور جس کی وجہ سے چیزوں میں حرکت ہوتی ہے۔

دھرم کو حرکت کا اصول کہا جاتا ہے، ہم اس کو ایسی علت کہہ سکتے ہیں جو حرکت کو ممکن بناتی ہے یا ایسے حالات فراہم کرتی ہے جن میں کوئی فعل انجام پاسکے۔ یہ اس پانی کی طرح ہے جس میں

مچھلی حرکت کرتی ہے، جس طرح پانی محض ایک انفعالی شرط ہے یا مچھلی کی حرکت کے لئے حالا
فراہم کرتا ہے لیکن مچھلی کو حرکت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا لیکن اگر مچھلی حرکت کرنا چاہے تو پا
اس کی حرکت کی لازمی معاونت کرتا ہے اسی طرح دھرم، روح یا مادہ کو حرکت میں نہیں لا
لیکن اگر وہ حرکت کرنا چاہیں تو وہ بغیر دھرم کے نہیں کر سکتے۔ لہٰذا دنیاوی عالم کے پرے نج
یافتہ روحوں کے عالم میں کوئی دھرم نہ ہونے کی وجہ سے ان روحوں کو کامل سکون رہتا ہے وہ وہا
حرکت نہیں کر سکتی ہیں کیونکہ وہاں کوئی لازمی حرکی عنصر یا دھرم نہیں ہے۔

(٤) ادھرم: وہ شئے یا جوہر ہے جو مزاحمت پیدا کرتا ہے اور جس کی وجہ سے چیزیں ایک حالت پر
ٹھہر جاتی ہیں۔

(٥) "کال": یعنی زماں بھی ایک وجود ہے جس میں تمام واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ "کال"
چیزوں کی کیفیت میں تغیرات پیدا نہیں کرتا بلکہ چیزوں کی نئی کیفیت کے تغیر کے عمل میں مد
دیتا ہے۔ زماں، لمحے، گھنٹے اور دن کے طور پر متصور ہوتا ہے اور "سمے" کہلاتا ہے۔

[٢] **عقیدہ کرم:**

نفس و جسم اور گفتگو کے افعال سے مسلسل ایک مادہ خارج ہوتا رہتا ہے جو خارج ہوتے ہی
"بھاؤ کرم" کہلاتا ہے اور پھر یہ خود کو "دروییہ کرم" میں تبدیل کر لیتا ہے اور خود کو روح میں
ڈالتا ہے اور جذبات کے ہیجان سے اتصال پا کر روح سے چپک جاتا ہے اور روح کے اصلی مزاج کو
چھپا لیتا ہے جس کی کثافت سے روح اسی دنیا میں کسی نہ کسی شکل میں ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے۔

[٣] جیو کے قید و نجات سے تعلق رکھنے والے اصول:

(١) "اسرو" روح کی اس حالت کا نام ہے جبکہ وہ کرم کی گندگیوں میں لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ گیان او
آنند کی سب طاقتیں کرم کی گندگیوں سے چھپ جاتی ہیں اور اس کو قید میں ڈال دیتی ہیں۔ یہ اس
وجہ سے ہوتا ہے کہ کرم کے ذرے آتما پر اس طرح چپک جاتے ہیں جیسے تیل سے بھیگے ہوئے
کپڑے میں تیل کے ذرے داخل ہو کر اس کو کالا اور میلا کر دیتے ہیں۔

(٢) "بندھ" اسرو کا نتیجہ بندھن ہوتا ہے جس کی وجہ سے جیو خود کو بالکل بھول کر ایک ناچیز
بھٹکنے لگتا ہے اور سب کی طرح تکلیف اٹھاتا ہے۔ تناسخ کے چکر میں پھنس کر مجبور ہو جاتا ہے او
غصہ، غرور، لالچ وغیرہ کی کثافت یعنی گندگی سے ملوث ہو کر وہ رکھ سے پھٹ ہو جاتا ہے۔

(٤) "سمورا": "اسرو" کے سیلان کو روکنے کا نام "سم ور" ہے۔ جو آزادی کے راستے میں پہلا
قدم ہے۔

(٥) "نرجرا": کی ایک گزشتہ جنموں سے اکٹھے کئے ہوئے کرم کے ذرات کو مکمل طور پر نکال کر
پھینک دینا اور ان سے آزاد ہونے کو "نرجرا" کہا جاتا ہے۔

(٦) "موکش": "کرموں کا چکر جب بالکل فنا ہو جاتا ہے اور جیو اپنے خالص گیان اور آنند کی حالت
محسوس کرنے لگتا ہے اور دنیا کی طرف سے منھ موڑ لیتا ہے تو اس حالت کو موکش "کیولیا وستھا"
کہتے ہیں۔ اس حالت میں جیو آتما پدگل سے بالکل الگ ہو کر آزاد ہو جاتا ہے اور سیدھے آسمان پر
جا لگتا ہے جہاں روح لامحدود گیان، طاقت اور آنند کا تجربہ کرتی ہے۔

[٤] جیو کو کرم سے رہائی سمیک درشن (صحیح ایمان) سمیک گیان (صحیح علم) سمیک چرتر (صحیح
کردار) کے اکٹھا ہونے سے ملتی ہے، اس رہائی کا نام مکتی ہے۔ [٥] شدھ، مکت یافتہ (نجات یافتہ)
جیو ہی کا نام پرماتما ہے وہ سنساری جیو کے لئے نمونہ بن کر اس کے راہ نجات میں رہبر کا کام دیتا ہے
اس لئے ہر انسان کو اپنی بہتری اور مکتی حاصل کرنے کے لئے اس کی پرستش واجب ہے۔ [٦] اہنسا
سب سے بڑا دھرم ہے۔ [٧] جینی سادھو کے لئے برہمچریہ کی زندگی گزارنا واجب ہے یعنی
عورت خوشبو اور زینت سے مکمل اجتناب۔ [٨] حواس خمسہ پر مکمل قابو پانا ضروری ہے کیونکہ
یہی حواس انسان کے اندر خواہشات و تمنائیں پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے انسان "نروان"
نہیں حاصل کر پاتا۔

جین مت میں علماء کے مراتب

جین مت میں جینی علماء کے پانچ طبقات بیان کئے گئے ہیں۔

(١) ارہت: یعنی جسم رکھنے والی وہ نجات یافتہ روحیں جنھیں ہر چیز کا علم حاصل ہو گیا ہو (یعنی جو
جسم رکھتے ہوئے خدا بن گئیں) ان کی تعداد چوبیس جنھیں تیرتھنکر کے لقب سے موسوم کیا
جاتا ہے۔ (٢) سدھ: یعنی وہ نجات یافتہ روحیں جنھیں وفات کے بعد نجات ملی ہو۔ ایسی روحوں
کی تعداد ابھی چوبیس ہی ہے۔ (٣) آچاریہ: راہبانہ سلسلہ کے وہ سردار جو حصول نجات کے
قریب پہنچ چکے ہوں۔ (٤) اپادھیائے: معلم سادھو سے آچاریہ کے تابع ہوتا ہے۔ (٥) سادھو:
وہ عام سادھو جس نے ابھی اپنی تجرد و تقشف کی زندگی کا آغاز کیا ہو۔

ذکر جلیلؒ ضمیمہ (۵)

عبدالمبر اثری فلاحی

چونکہ قرآن مجید کا نزول "عربی مبین" میں ہوا ہے لہذا اس کے صحیح فہم کے لئے عرب کی ٹکسالی زبان سے واقفیت اور اس کا ذوق انتہائی ضروری ہے ورنہ اگر کوئی آج کی مروج عربی زبان کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرے گا تو جگہ جگہ ٹھوکر کھانے کا امکان ہے۔ جیسا کہ تجدد پسندوں کے یہاں ملتا ہے۔

چونکہ ادب جاہلی ـــــ خواہ وہ شعراء کے کلام کی شکل میں ہو یا خطباء کے خطبات کی شکل میں ـــــ کو استناد کا درجہ حاصل ہے۔ اس لئے مفسرین اور طالبان قرآن برابر اس کی خوشہ چینی کرتے رہے ہیں تاکہ اس کے مزاج آشنا بن کر اور اس سے استفادہ کرکے قرآن مجید کی صحیح معرفت حاصل کرسکیں۔

مولانا مرحوم گرچہ ادیب تھے لیکن ادب جاہلی سے ان کو خصوصی شغف اسی نقطہ نظر سے تھا، چنانچہ برابر اس کا مطالعہ کرتے رہتے اور جہاں کہیں قرآنی نظائر ہاتھ لگ جاتے اسے الگ سے یادداشت میں نوٹ فرماتے جاتے تھے۔ چنانچہ دیوان الحماسہ کے مختلف ابواب اور جمہرۃ اشعار العرب کے مختلف معلقات و قصائد سے آپ نے ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر لیا تھا۔ اس ذخیرے میں لفظی شواہد بھی ہیں، اسلوب کے نظائر بھی ہیں اور عربوں کے جن اقدار سے قرآن نے بحث کی ہے ان کے دلائل بھی ہیں، اسی طرح نحوی مباحث بھی ہیں اور بلاغی باریکیوں کی طرف اشارے بھی ہیں۔

مولانا چونکہ منتہی طلبہ کو پڑھاتے تھے اور دوران درس اس پر ضرور روشنی ڈالتے تھے اس لئے آپ نے سارے نوٹ عربی میں تحریر فرمائے ہیں، آئندہ بھی چونکہ اس سے بالخصوص اہل علم اور منتہی طلبہ ہی استفادہ کریں گے اس لئے وہ نوٹ عربی ہی میں من و عن نقل کیے جارہے ہیں:

﴿باب الحماسه﴾

وقال رجل من بني كلب :

وَحَنَّتْ نَاقَتِيْ طَرَباً و شَوْقاً إلى مَنْ بِالْحَنِيْنِ تُشَوِّقِيْنِيْ

في الشعر المذكور التفات او ههنا حذف اي (وقلت لها) وحذف القول كثير في القرآن كما قال الله تعالىٰ "ويوم يعرض الذين كفروا على النار اذهبتم طيبتكم (الاحقاف: ٢٠) "و يوم يعرض الذين كفروا على النار أليس هذا بالحق" (الاحقاف: ٣٤) وكذلك في القرآن كثير وكذلك الالتفات.

وقال ابو النشناش:

وسَائِلَةٍ بِالغَيْبِ عَنِّيْ وَسَائِلٍ وَمَنْ يَسْئَلِ الصُّعْلُوْكَ أَيْنَ مَذَاهِبُهْ

بالغيب ظرف كما في قوله تعالىٰ "يومنون بالغيب" (البقرة: ٣)

وقال آخر:

أَلا قَالَتِ الغَصْمَاءُ يَوْمَ لَقِيْتُهَا أَرَاكَ حَبِيْبًا نَاعِمَ البَالِ أَفْرَعَا

اى كنت اراك ...... حذف كان كثير في كلام العرب.

وقال آخر و روى أنها لبرج بن سهر الطائى:

وَأَخْرَجَنَا الأَيَامَي مِنْ حُصُوْنٍ بِهَا دَارُ الإِقَامَةِ وَالثَّبَاتِ

بها دار الاقامة كما في قوله تعالىٰ "لهم فيها دار الخلد" (فصلت: ٢٨)

وقال طرفة الخزيمي:

وَحَتّٰى يَفِرَّ النَّاسُ مِنْ شَرِّ بَيْنَنَا وَنَقْعُدَ لَا نَدْرِيْ أَنَنْزِعُ أَمْ نَجْرِيْ

أننزع أم نجري كما في قوله تعالى "أيمسكه على هون أم يدسه في التراب" (النحل: ٥٩)

وقال ابى بن حمام العبسى:

فَحَلَّ مَقَاماً لَمْ تَكُنْ لِتَسُدَّهُ عَزِيْزاً عَلىٰ عَبْسٍ وَ ذُبْيَانَ ذَائِدُهْ

لم تكن لتسد أى لم تكن أهلاً لتسد ومثله قوله "ماكان الله ليعذبهم وأنت فيهم" (الانفال: ٣٣)

وقال عمرو بن معديكرب:

فما إن جزعت ولا هلعت　　ولا يرد بكاي زندا

في القرآن "إن الانسان خلق هلوعا" (المعارج: ١٩)

وقال أياس بن قبيصة الطائي:

ألم تر أن الأرض رحب فسيحة　　فهل تعجزني بقعة من بقاعها

قال الله تعالى "وما أنتم بمعجزين" أي بفائتين. (الأنعام: ١٣٤)

وأقدمت والخطي يخطر بيننا　　لأعلم من جبانها من شجاعها

اما من اعلام معروفا او مجهولا او من علم معروفا، قال الله تعالى "لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه" (البقرة: ١٤٣)

وقالت امرءة من طيء:

فيا ضيعة الفتيان إذ يعتلونه　　ببطن الشرى مثل الفنيق المسدم

عتله قاده بعنف "فاعتلوه إلى سواء الجحيم" (الدخان: ٤٧)

وقال الربيع بن زياد العبسي:

وكنا فوارس يوم الهرير　　إذ مال سرجك فاستقدما

إذ مال سرجك فاستقدما بيان لذلك اليوم أي يوم قيل فيه هكذا وهكذا

وقال سعد بن مالك بن ضبيعة بن قيس بن ثعلبة:

كشفت لهم عن ساقها　　وبدا من الشر الصراح

قوله تعالى "يوم يكشف عن ساق" (القلم: ٤٢)

وقال آخر:

غداة أتاه جبار بإد　　معضلة وحاد عن القتال

قوله تعالى "لقد جئتم شيئا إدا" (مريم: ٨٩)

وقال الفنيد الزماني:

ولا تبقى صروف الدهر　　إنسانا على حال

ما حسن هذه الجملة المعترضة.

كحبيب النفس الوزهاء　　ريعت بعد إجفال

"ريعت ...." جملة معترضة

وقال جابر بن رألان السنبسي:

قد يعلم القوم أنا عند نجدتهم　　لا نتقي بالكمي الخارد الأسلا

قوله تعالى: "قد يعلم الله المعوقين منكم" (الاحزاب: ١٨)

وقال بيضة بن النصراني الجرمي:

إذا جياد الخيل جاءت تردي　　مملوءة من حنق وحرد

قوله تعالى: "وغدوا على حرد قادرين" (القلم: ٢٥)

وقال ابو حزابة التميمي:

مشمر للمنايا عن شواه إذا　　ما الوغد أسبل ثوبيه على القدم

قوله تعالى "نزاعة للشوى" (المعارج: ١٦)

وقال سالم بن وابصة:

فما زلقت ولا أبديت فاحشة　　إذا الرجال على أمثالها زلقوا

قوله تعالى "ليزلقونك بأبصارهم" (القلم: ٥١)

وقال العديل بن الفرخ العجلي:

وكنت كمهريق الذي في سقائه　　لرقراق آل فوق رابية صلد

صلد كما في قوله تعالى "وتركه صلدا" (البقرة: ٢٦٤)

كمرضعة أولاد أخرى وضيعت　　بني بطنها هذا الضلال عن القصد

هذا الضلال مثل (ذلك الكتاب) اي هذا هو الضلال.

وقال عبد قيس بن خفاف احد بني حنظلة بن مالك البرجمي:

وأصبحت لا أرنا للقاء　　ولا للكرم صديقي أكولا

قوله تعالى "أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتا" (الحجرات: ١٢)

«باب المراثي»

وقال دريد بن الصمة:

وَعَبْدَ يَغُوثَ تَحْجُلُ الطَّيْرُ حَوْلَهُ　　　وَعَزَّ الْمُصَابُ حَثْوُ قَبْرٍ عَلَى قَبْرِ

يغوث كان من اصنام العرب.

وقال تأبط شرا:

خَبَرٌ مَا نَابَنَا مُصْمَئِلٌّ　　　جَلَّ حَتَّى دَقَّ فِيهِ الْأَجَلُّ

"خبرما" اى عظيم وربما يراد به حقير كما فى قوله تعالى: "جند ما هنالك مهزوم من الأحزاب" (ص: ١٢)

وقالت فاطمة بنت الأحجم الخزاعية:

كُلُّ مَا حَيٍّ وَإِنْ أَمِرُوا　　　وَارِدُو الْحَوْضِ الَّذِي وَرَدُوا

أمروا أى كثروا، وقيل منه قوله تعالى "أمرنا مترفيها" (الاسراء: ١٦)

وقالت صفية الباهلية:

أَخْنَى عَلَيَّ وَاجِدِي رَيْبُ الزَّمَانِ وَمَا　　　يُبْقِي الزَّمَانُ عَلَى شَيْئٍ وَلَا يَذَرُ

قوله تعالى: "لا تبقى و لاتذر" (المدثر: ٢٨)

وقال قسام بن رواحة السنبسي:

دَعَا الطَّيْرَ حَتَّى أَقْبَلَتْ مِنْ ضَرِيَّةٍ　　　دَوَاعِي دَمٍ مُهْرَاقُهُ غَيْرُ بَارِحِ

دعاء الدم للطير الجوارح.

وقال النابغة الجعدي:

فَتَى كَمُلَتْ أَخْلَاقُهُ غَيْرَ أَنَّهُ　　　جَوَادٌ فَمَا يُبْقِي مِنَ الْمَالِ بَاقِيًا

"غير ان" هذا الاستثناء من مثل قول النابغة المشهور "ولا عيب فيهم

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوفَهُمْ　　　بِهَا مِنْ قِرَاعِ الدَّارِعِينَ فُلُولُ

وقال آخر:

فِي بَعْضِ تَطْوَافِ ابْنِ طُعْمَةَ　　　آمِنًا لَاقَى حِمَامَهُ

رَصَدًا لَهُ مِنْ خَلْفِهِ　　　يَخْتَرُّهُ لَا بَلْ أَمَامَهُ

قوله تعالى: "فانه يسلك من بين يديه ومن خلفه رصدا" (الجن: ٢٧)

وقال عروة بن سلمى بن ربيعة:

أُولَئِكَ لَوْ جَزِعْتُ لَهُمْ لَكَانُوا　　　أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَمَالِي

"لكانوا" وضع الدليل موضع المدلول عليه وهذا كثير فى القرآن وكلام العرب، حذف جواب "لو" لدلالة الدليل عليه.

وقال العتبي:

وَقَدْ كُنْتُ ذَا نَابٍ وَظُفْرٍ عَلَى الْعِدَا　　　فَأَصْبَحْتُ لَا يَخْشَوْنَ نَابِي وَلَا ظُفْرِي

"لا يخشون نابي" أى لم يبق لى ناب فهو من باب نفى الشيئ بنفى لازمه.

وقال اعرابي:

فَتًى كَانَ لَا يَطْوِي عَلَى الْبُخْلِ نَفْسَهُ　　　إِذَا ائْتَمَرَتْ نَفْسَاهُ فِي الشَّرِّ خَالِيًا

"إن الملأ يأتمرون بك" (القصص: ٢٠)

وقالت أخت المنصص الباهلية:

فَأَفَاءَ أَدْمًا كَالْهِضَابِ وَجَامِلًا　　　قَدْ عُدْنَ مِثْلَ عَلَائِفِ الْمِقْضَابِ

كما فى قوله تعالى "وما أفاء الله على رسوله" (الحشر: ٦)

قال ابو صعترة البولاني:

أَوَدُّهُمُ وُدًّا إِذَا خَامَرَ الْحَشَا　　　أَضَاءَ عَلَى الْأَضْلَاعِ وَاللَّيْلُ دَامِسُ

"أضاء" يستعمل لما فيه الحر واراد بالود ههنا الحزن و فيه مبالغة كما فى قوله تعالى "هو الذى جعل الشمس ضياء و القمر نورا" (يونس: ٥)

«باب الأدب»

وقال حجية بن مضرب:

أَخِي الَّذِي إِنْ أَدْعُهُ لِمُلِمَّةٍ　　　يُجِبْنِي وَإِنْ أَغْضَبْ إِلَى السَّيْفِ يَغْضَبِ

"أغضب إلى السيف" فيه تضمين.

وقال المقنع الكندي:

فَإِنْ أَكَلُوا لَحْمِي وَفَرْتُ لُحُومَهُمْ　　　وَإِنْ يَهْدِمُوا مَجْدِي بَنَيْتُ لَهُمْ مَجْدًا

كما فى قوله تعالى "أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتا" (الحجرات: ١٢)

وقال المتوكل الليثي:

إِحْذَرْ وِصَالَ اللَّئِيمِ إِنَّ لَهُ ... عَضْهاً إِذَا حَبْلُ وَصْلِهِ انْقَطَعَا

"إنْ" تقطع موضع الدليل.

وقال آخر:

وَقَدْ يَقْصِرُ القُلُّ الفَتَى دُونَ هَمِّهِ ... وَقَدْ كَانَ لَوْلَا القُلُّ طَلَّاعَ أَنْجُدِ

قوله تعالى "وهديناه النجدين" (البلد: ١٠)

﴿باب الأضياف والمديح﴾

وقال آخر:

وَنُشْتَنِّي تَسْتَكْشِطُ الرِّيحَ ثَوْبَهُ ... لِيَسْقُطَ عَنْهُ وَهُوَ بِالثَّوْبِ مُعْصِمُ

قوله تعالى "وإذا السماء كشطت" (التكوير: ١١)

وقال عمرو بن الإطنابة أحد بني الخزرج:

أَلْقَائِفِينَ مِنَ الخَنَا جَارَاتِهِمْ ... وَالْحَاشِدِينَ عَلَى طَعَامِ النَّازِلِ

"ولا تحاضون على طعام المسكين" (الفجر: ١٨)

وقال مالك بن جعدة التغلبي:

تَجِلُّ عَلَى مُفْرِقِهِ سِنَادٌ ... عَلَى أَخْفَاقِهَا عَلَقٌ يَمُوزُ

"علق يمور" أي دم يجري، قوله تعالى "يوم تمور السماء مورا" (الطور: ٩)

وقال حجر بن خالد يمدح النعمان بن المنذر:

فَلَا مَلِكٌ مَا يُدْرِكَنَّكَ سَعْيَهُ ... وَلَا سُوقَةٌ مَا يَمْدَحَنَّكَ بَاطِلاً

ما التأكيد التنكير.

وقال آخر:

تَأَخَّرْتُ حَتَّى لَمْ تَكَدْ تَصْطَفِي القِرَى ... عَلَى أَهْلِهِ وَالحَقُّ لَا يَتَأَخَّرُ

قوله تعالى "وتواصوا بالحق" (العصر: ٣)

فَأَرْفَضَّ عَنْهَا وَهْيَ تَرْغُو حُشَاشَةً ... بِذِي نَفْسِهَا وَالسَّيْفُ عُرْيَانُ أَحْمَرُ

"أرفض إليه: إذا مشى إليه سريعاً، قوله تعالى "كأنهم إلى نصب يرفضون" (المعارج: ٤٢) ■

کیا اذان سے قبل نماز پڑھنا معیوب ہے؟
سجدۂ تلاوت کی مسنون دعا کیا ہے؟

سوال: عموماً عورتیں اذان کے بعد ہی نماز پڑھتی ہیں اور اذان سے پہلے نماز پڑھنے کو معیوب سمجھتی ہیں، تو کیا از روئے شریعت اذان کے بعد ہی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق:

نماز کی ادائیگی کے لئے دخول وقت شرط ہے اذان نہیں۔ اذان کا مقصد تو صرف اہل مسجد میں جماعت کے وقت کے ہو جانے کی اطلاع دینا ہے جس کے منارہ سے اذان دی جارہی ہے۔ اذان سے قبل جماعت میں شرکت سے معذور وغیر معذور سبھی افراد نماز ادا کر سکتے ہیں کیونکہ نماز کو قائم کرنے کے لئے صرف دخول وقت شرط ہے۔ ارشاد باری ہے: "أقم الصلاة لدلوك الشمس إلى غسق الليل" (سورۂ بنی اسرائیل[۹۸]) نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک۔

یہ آیت صراحتاً اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ نماز کو قائم کرنے کے لئے دخول وقت شرط ہے اذان نہیں کیونکہ اقامت نماز کو دخول وقت پر معلق کیا گیا ہے اذان پر نہیں۔

عہد نبوی میں متعدد ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ دخول وقت کے بعد بعض صحابہ کرام نے گھر ہی پر نماز ادا کر لی اور پھر مسجد نبوی تشریف لائے تو وہاں ابھی اذان ہو رہی تھی اور نماز نہیں ہوئی تھی تو جماعت میں شامل ہونے کے بجائے وہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے رہ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "إذا صلّى أحد في بيته ثم دخل المسجد والقوم يصلون فليصل معهم وتكون له نافلة" (الموطا) جب کوئی شخص فرض نماز اپنے گھر میں پڑھنے کے بعد مسجد میں آئے اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے پائے تو ان کے ساتھ بھی نماز ادا کرے اور یہ نماز اس کے لئے نفل ہوگی۔

اس حدیث میں آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ جماعت کے ساتھ پڑھی گئی یہ نماز نفل ہوگی، پہلی نماز کی صحت پر دلالت کرتا ہے خواہ وہ اذان سے پہلے ہی کیوں نہ ادا کی گئی ہو۔ واضح رہے کہ بعض

احادیث میں اذان سے پہلے گھر میں نماز ادا کرنے کا بھی صریح اشارہ پایا جاتا ہے۔ مؤطا امام مالک کی ایک روایت ملاحظہ ہو

"عن محجن أنه كان مع رسول الله ﷺ فأذن بالصلاة فقام رسول الله ﷺ يصلي والرجل في مجلسه، فقال رسول الله ﷺ: ما منعك أن تصلي مع الناس؟ ألست رجلا مسلماً؟ قال: بلى، ولكني قد كنت صليت في أهلي. فقال رسول الله ﷺ: إذا جئت فصل مع الناس وان كنت قد صليت" (باب الرجل يصلي المكتوبة ثم يدرك الصلاة (حدیث نمبر [۲۱۷]) مؤطا امام مالک.

س : سجدہ تلاوت کی مسنون دعا کیا ہے؟

ج : سجدہ تلاوت کی مسنون دعا یہ ہے:

"سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَ صَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَ قُوَّتِهِ" (ابوداود، ترمذی، نسائی، بحوالہ مشکوٰۃ باب سجود القرآن)

میرا چہرہ سجدہ ریز ہوا اس ذات کے سامنے جس نے اسے پیدا کیا اور اس کی صورت گری کی اور اپنی طاقت و قوت سے اس میں سماعت و بصارت کی قوت پیدا کی۔

بعض روایات میں اضافہ ہے: "فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" (عون المعبود ج ۱ ص ۵۳۳)

☆ ☆ ☆

توجہ طلب

تمام فلاحی برادران کی علمی کاوشوں کو جمع کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں تمام فلاحی برادران سے گذارش ہے کہ وہ اپنی علمی کاوشیں آفس انجمن طلبہ قدیم کو روانہ فرمائیں۔ خواہ وہ تصانیف کی شکل میں ہوں یا ترجمے، پمفلٹ، میگزین وغیرہ شکلوں میں ہوں۔ اس ضمن میں اگر کوئی دشواری محسوس کریں تو اس سے مطلع فرمائیں۔

اخبار علمیہ

عمیر منظر فلاحی

قرآن مجید کا اردو ترجمہ سی ڈی سوفٹ ویر میں تیار ہو گیا

کراچی میں قرآن فاؤنڈیشن اور شعبہ تعلیمات اسلامی جامعہ کراچی کے اشتراک سے دنیا کا پہلا مکمل قرآن مجید مع اردو ترجمہ مشکل کی ڈی سوفٹ ویر پر تیار کیا گیا ہے: یہ سوفٹ ویر دبی کی ایک کمپنی نے تیار کیا ہے، سوفٹ ویر کے پہلے صفحے پر تمام پروگراموں کی تفصیلات موجود ہیں جن کی مدد سے اپنی مطلوبہ آیت سورہ اور پارہ کو منتخب کیا جا سکتا ہے، سوفٹ ویر میں قرآن پاک میں استعمال ہونے والے تمام الفاظ کی فہرست اور قرآن میں ان کی تعداد بھی موجود ہے اس کے علاوہ کئی ہزار منتخب موضوعات بھی موجود ہیں جن کی تفصیلات اردو اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ معلوم کی جا سکتی ہیں، سوفٹ ویر میں حفظ پروگرام اور بچوں کی آسانی کے لئے الفاظ ہجے کر کے پڑھنے کی سہولت بھی ہے۔ (اخبار اردو، اسلام آباد مئی ۹۹ء)

قرآن مجید کا سب سے بڑا نسخہ

کراچی کے ایک شہری عشرت علی خان نے ہاتھ سے خط نستعلیق میں قرآن مجید تحریر کیا ہے جو دنیا میں قرآن مجید کا سب سے بڑا نسخہ ہے۔ قرآن پاک کے تیس پارے ۱۱۰۰ صفحات پر تحریر کیے گئے ہیں، ہر صفحہ ایک گز لمبا اور دو فٹ چوڑا ہے۔ پانچ من دس سیر وزنی ہاتھ سے لکھے گئے اس قرآن پاک کے ہر پارے کا وزن سات کلو گرام ہے جس کے ہر صفحے پر ۱۴ سطریں ہیں، ہر پارہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے عشرت علی خان نے یہ قرآن پاک مخیر حضرات کے مالی تعاون سے چھ سال میں تحریر کیا ہے جس کے لیے تین سر کنڈے قلم اور چار لیٹر روشنائی استعمال کی گئی، مختلف علماء نے اس بات کی تصدیق کی کہ ہے کہ اس قرآن مجید کی کتابت میں زیر زبر سمیت کوئی بھی غلطی نہیں ہے، اس قرآن مجید کے تیس پاروں کی جلد بندی ایک سال میں مکمل ہوئی۔ (اخبار اردو، اسلام آباد مئی ۹۹ء)

ناخن سے قرآن کی کتابت

محنت وہ چیز ہے جو انسان کو ہمیشہ بلندی عطا کرتی ہے۔ بھوپال کے رہنے والے ۶۰ سالہ عبد العزیز خان آج کل ایک ایسے ہی مشقت بھرے کام میں لگے ہیں۔ بچپن ہی سے بڑے ناخن رکھنے کا شوق تھا بعد میں اپنے ناخن سے ہی مختلف جانوروں اور دوسری چیزوں کی تصویریں بنانے لگے۔ اپنے بعض مخلص دوستوں کے مشورے سے اب انھوں نے عربی رسم الخط میں قرآن پاک لکھنے کا کام شروع کر دیا ہے، دہنے ہاتھ

کے دامن ... سعید گلیڈز کاغذ پر تقریباً دو پارے لکھ چکے ہیں۔ ان کا ارادہ ہے ناخن سے مکمل قرآن لکھنے کا ہے یہ ایک ایسا کارنامہ ہوگا جس کی مثال مشکل ہے۔

(زی نیوز ۱۷ر جون رات ساڑھے گیارہ بجے)

کنسائز آکسفورڈ ڈکشنری میں ۸۰ نئے ہندوستانی الفاظ

نئی دہلی۔ کنسائز آکسفورڈ ڈکشنری انگریزی کی مستند لغات میں سے ایک ہے۔ پہلی بار اس کی تدوین ۱۹۱۱ء میں عمل میں آئی تھی اور ہنری فاؤلر (Henry Fowler) نے اسے مرتب کیا تھا۔ ڈکشنری کو زیادہ سے زیادہ مفید و معتبر بنانے کے لئے ہر ایڈیشن کی اشاعت سے قبل اسے ترمیم و اضافے کے مرحلے سے گذارا جاتا ہے اس طرح ہر نئے ایڈیشن کے ساتھ اس میں ہزاروں نئے الفاظ جذب ہوتے رہتے اور انگریزی زبان کا حصہ بنتے رہتے ہیں۔ اس بار بھی کنسائز کے نئے ایڈیشن میں برطانیہ عظمیٰ سے دور اپنی جڑیں رکھنے والے ہزاروں الفاظ کو جگہ ملی ہے۔ ڈکشنری میں تقریباً ۸۰ نئے ہندوستانی الاصل الفاظ بھی شامل کیے گئے ہیں، ان میں ہندوستانی زبانوں کے بیڑی، دھوبی، درزی، بستی اور نکسلائٹ جیسے معروف اور کثیر الاستعمال الفاظ اور اصطلاحات شامل ہیں۔ ڈکشنری میں نئے الفاظ کی شمولیت کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ انگریزی بولنے اور لکھنے والی دنیا میں انھیں استعمال کیا جاتا ہو اور ایک قاری کا ان کو جاننا بجا طور پر ضروری ہو۔ ڈکشنری میں امریکی اور آسٹریلوی اصل کے بھی متعدد الفاظ اور اصطلاحیں شامل کی گئی ہیں، خود انگریزی بول چال سے بھی متعدد الفاظ لیے گئے ہیں۔ ڈکشنری کے شریک مدیر انگس اسٹیونسن کا کہنا ہے کہ ہم نے ان تمام الفاظ کو ڈکشنری کے ذخیرہ الفاظ میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو انگریزی زبان کا حصہ بنتے جارہے ہیں اسی طرح بہت سے ان الفاظ کو نکال بھی رہے ہیں جنھیں ڈکشنری میں دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ان کے مطابق انگریزی مختلف طریقوں سے ہندوستانی زبان کا بھی ایک درجہ رکھتی ہے لہذا ہندوستانی اصطلاحات اور الفاظ کا اس کے ذخیرہ الفاظ میں جگہ پانا بالکل فطری ہے۔ ڈکشنری کے نئے ایڈیشن میں تقریباً دس ہزار نئے الفاظ و اصطلاحات شامل کیے گئے ہیں۔ مذکورہ ڈکشنری میں کسی لفظ یا اصطلاح کی شمولیت کا پیمانہ یہ ہے کہ ایک وقت میں کوئی لفظ کم از کم پانچ بار کسی معیاری جرنل، ای میل یا دیگر ذرائع مثلاً کتابوں، فلموں یا ٹیلی ویژن نشریات میں سامنے آئے۔ (ظاہر ہو) اس طرح ہر مہینے تقریباً اٹھارہ ہزار نئے الفاظ و اصطلاحات آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے ڈاٹا بیس نظام میں ڈالی جاتی ہیں تاکہ کنسائز آکسفورڈ ڈکشنری کے ذخیرۂ الفاظ میں ممکنہ اضافہ کیا جاسکے۔ (سہ روزہ دعوت ۱۶؍جون ۹۹ء)

■ ■

خطبات بنگلور (پیغمبر انسانیتؐ)

ابو عبد الرحمن عمار فلاحی

از: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کتابت: عمدہ قیمت: ۲۰۰ روپئے صفحات: ۲۲۲

ناشر: سنٹر فار آبجیکٹیو اسٹڈیز، فرسٹ فلور، دار السلام کامپلکس، کوئنس روڈ بنگلور ۵۲۰۰۵۲

سیرت رسول ﷺ پر عوامی جلسے تو خوب ہوتے ہیں البتہ اہل علم و دانش کی سیری کے لئے علمی و تقابلی خطبات کی طرف توجہ کم رہی ہے چنانچہ کافی پہلے اہل مدراس نے مولانا سید سلیمان ندویؒ کے علمی و تقابلی لیکچر کا اہتمام کیا تھا تو "خطبات مدراس" کے نام سے ایک قیمتی چیز منظر عام پر آئی تھی، طویل گیپ کے بعد یہ سعادت اہل بنگلور کے پاس آئی اور انھوں نے ملک کے جید عالم و فقیہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اطال اللہ بقاءہ کے علمی و تقابلی خطبات کا سلسلہ شروع کرایا تو الحمد للہ "خطبات بنگلور" کے نام سے ایک دوسری قیمتی کتاب سامنے آئی ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پیش نظر کتاب اس کا دوسرا حصہ ہے جس میں درج ذیل موضوعات پر خطبات شامل ہیں۔ ۱۔ پیغمبر اسلامؐ ـــ انسانیت کے لئے اسوہ ۲۔ پیغمبر اسلامؐ اور غیر مسلم ۳۔ پیغمبر اسلامؐ اور خواتین ۴۔ پیغمبر اسلامؐ اور کمزور طبقات و حیوانات ۵۔ پیغمبر اسلامؐ اور بنیادی انسانی حقوق۔

بقول خطیب ان کی کوشش رہی ہے کہ ان میں آپ کی حیات طیبہ کی انسانیت نوازی اور خلق اللہ کے ساتھ رحم و کرم کے پہلو کو نمایاں کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ شکوک و شبہات کے ان مسموم کانٹوں کو بھی نکالنے کی کوشش کی جائے جو نہ صرف پڑھے لکھے غیر مسلم بھائیوں کے دلوں میں چبھتے ہیں بلکہ جدید تعلیم یافتہ مسلمان کا ایک بڑا حصہ بھی ان شکوک کی وادی میں گم گشتہ راہ بھٹک رہا ہے۔" (ص ۳۰، ۳۱)

ان خطبات کے بعد حاضرین و سامعین کو سوالات کا جو موقع فراہم کیا گیا اور فاضل خطیب نے جو جوابات مرحمت فرمائے انھیں بھی ہر خطبہ کے بعد جگہ دی گئی ہے، اس چیز نے ان خطبات کی افادیت کو اور دوبالا کر دیا ہے کیونکہ جہاں ان سے شکوک و شبہات کا ازالہ ہوتا ہے وہیں موجودہ تناظر میں سیرت نبویؐ سے رہنمائی کا سامان بھی فراہم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں:

س : "بعض غیر مسلم دوست پوجا کا پرشاد لاکر ہم لوگوں کو دیتے ہیں تاکہ ہم بھی ان کی خوشی میں شریک ہو سکیں، کیا ایسے پرشاد کا کھانا جائز ہے؟

ج : غیر مسلموں کے ایسے تحفے قبول کرنے جائز ہیں جن کا تعلق مذہبی تہواروں سے نہ ہو، جیسے شادی بیاہ، بچے کی پیدائش یا کسی اور خوشی کے موقع پر مٹھائی یا تحفہ دیں تو کھایا جا سکتا ہے، لیکن جو مٹھائی بتوں پر چڑھائی گئی ہو ـــ اور ایسے ہی چڑھاوائی مٹھائی کو یہ حضرات پرشاد کہتے ہیں ـــ تو ان کا کھانا جائز نہیں۔ گو یہ ذبیحہ نہیں لیکن قرآن نے بتوں کے نام پر اور آستانوں پر ذبح کیے گئے جانوروں کو جس سبب سے حرام قرار دیا ہے وہ یہی ہے کہ ان کے ذریعے شرک کی تعظیم کی گئی ہے اور یہ سبب پرشاد اور چڑھاوے میں بھی پایا جاتا ہے۔" (ص ۱۰۴، ۱۰۵)

اس طرح اپنے موضوعات و مشتملات کے لحاظ سے یہ کتاب غیر مسلموں اور ان کے درمیان کام کرنے والے دعاۃ و مبلغین کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

سہ ماہی **السلام** نئی دہلی

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر محمد عثمانی ایڈیٹر: مولانا اسعد اسرائیلی

جلد: ۳ شمارہ: ۳ ماہ: اپریل تا جون ۱۹۹۹ء

کتابت وطباعت: عمدہ قیمت: سالانہ ۵۰ روپیے صفحات: ۶۴

پتہ: سہ ماہی السلام عرفی اپارٹمنٹ ۱۹۳/ بی۔ ۳ جوگابائی ایکسٹینشن، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

یونیورسل پیس فاؤنڈیشن نئی دہلی کا ترجمان سہ ماہی "السلام" اپنے نام ہی سے امن و سلامتی کا پیامی لگتا ہے۔ بالخصوص شرک و بت پرستی اور ضلالت و گمراہی میں بھٹکتی سسکتی انسانیت کو آب حیات پلانے اور راہ راست دکھانے کا وافر سامان اس میں موجود ہے۔ خصوصاً ہندوستانی مذاہب کے تقابلی مطالعہ کا گوشہ، دعوتی تجربات، دعوتی خطوط اور اس کے رد عمل کا حصہ کافی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ "رام کا سندیش" اور "اسلام اور خدمت خلق" بہت پسند آیا۔ ڈاکٹر امبیڈکر کو دعوت اسلام پہنچانے کی ہمارے اکابرین کی فکر اور مولانا ابوالحسن علی ندوی (اطال اللہ بقاءہ) کا اس خدمت کو انجام دینا ہمارے علماء و قائدین کے لئے ایک بہترین اسوہ ہے۔ البتہ اس پر تعجب ہے کہ مولانا کو ذاتی طور پر یہ تجربہ اور احساس ہوا کہ مخاطب کی زبان خواہ انگریزی ہو یا ہندی، داعی کے لئے اس کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔ اس کے باوجود ندوۃ العلماء جیسے ادارے میں اس پہلو پر کماحقہ توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ مختصر یہ کہ "السلام" دعاۃ و مبلغین کے لئے انتہائی مفید رسالہ ہے۔

جامعہ کے لیل ونہار

ادارہ

ڈاکٹر لقمان اعظمی ندوی صاحب کی آمد و خطاب

۲۶ رجولائی ۹۹ء کو ڈاکٹر لقمان اعظمی ندوی صاحب جامعہ تشریف لائے۔ آپ بی پور، مئو کے رہنے والے ہیں ان دنوں ہاکل یونیورسٹی میں شعبہ تعلیمات میں پروفیسر ہیں، متعدد گراں قدر کتب کے مصنف بھی ہیں جن میں "عہد نبوی کا مدنی معاشرہ"، "تدبر حدیث" اور "دراسات تربویۃ فی الحدیث النبوی" کافی مقبول ہیں۔ آپ کو جامعہ سے بے انتہا انس و محبت ہے، چنانچہ آپ نے خطاب کے آغاز میں اس کا اظہار بھی فرمایا کہ "جیسے ہی میں نے جامعہ میں قدم رکھا مجھے یہاں علم، سکون، طہارت اور ایمان کی خوشبو محسوس ہوئی"۔

تکان کے باوجود ذمہ داران کی خواہش پر بعد نماز عشاء آپ نے طلبہ کو خطاب فرمایا اور "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کے عنوان سے نبی کریم ﷺ کے طریق تعلیم و تربیت پر انتہائی اچھوتے انداز میں روشنی ڈالی۔ آپ نے واضح فرمایا کہ رسول اللہ کس طرح صحابہ کرام میں مختلف میدانوں کے متخصصین تیار فرماتے تھے۔ اس ضمن میں آپ نے عبد اللہ ابن عباسؓ (متخصص فی التفسیر) کی سیرت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور درج ذیل پہلوؤں کی طرف خصوصی توجہ دلائی کہ (۱) بزرگوں کی دعاء حاصل کرنی چاہئے جس طرح عبد اللہ ابن عباسؓ نے والدین نے رسول اللہؐ سے تحنیک کرائی ـــ اور بعد میں جوہر دیکھ کر آپ نے خود دعا دی "اللھم فقہہ فی الدین و علمہ التاویل"۔ (۲) اچھا نام رکھا جائے کہ احادیث کی روشنی میں بہترین نام عبد اللہ و عبد الرحمن ہے۔ (۳) بچپن ہی سے نظر رکھی جائے جیسا کہ رسول اللہؐ نے ان پر بچپن ہی سے خصوصی توجہ رکھی (۴) ابتداءً توحید کی تعلیم پر زور دینا چاہئے جیسا کہ نبی کریمؐ انھیں پہلے "احفظ اللہ یحفظک اللہ" سکھایا۔ (۵) حوصلہ افزائی کی جائے جیسا کہ نبی کریمؐ مختلف مواقع پر کیا اور حضرت عمرؓ بڑوں کی محفل میں لے کر انھیں جایا کرتے تھے۔ (۶) حصول علم کی خاطر شدید محنت کی جائے جیسا کہ نبی کریمؐ کی وفات کے بعد عبد اللہ ابن عباسؓ

قلم کاغذ لے کر کبار صحابہ کے دروازوں پر چلچلاتی دھوپ میں پہنچ جاتے تھے اور انتظار کرتے رہتے تھے کہ وہ نکلیں تو ان سے کچھ پوچھیں اور ان سے کچھ سیکھیں۔

چونکہ ۲۲/جولائی ۹۹ء کے پروگرام میں صرف دارالاقامہ کے طلبہ واساتذہ ہی شریک فرماسکے تھے اس لئے ۲۳/جولائی ۹۹ء کو تعلیمی اوقات میں پھر ان کا پروگرام رکھا گیا تاکہ تمام اساتذہ وطلبہ استفادہ کرسکیں چنانچہ آپ نے عربی میں خطاب فرمایا، حسب ضرورت نچلے درجات کے طلبہ کی رعایت میں اردو میں وضاحت بھی فرماتے رہے، اس دن آپ نے انس بن مالک (تخصص فی الحدیث) اور معاذ ابن جبلؓ (تخصص فی الفقہ) کی سیرتوں کی روشنی میں بہت سے اہم پہلو اجاگر فرمائے اور یہ توقع ظاہر کی کہ جامعہ کے اساتذہ وطلبہ ان اسوؤں اور نمونوں کو اپنے سامنے رکھیں گے تاکہ فلاح ونجاح سے ہمکنار ہوں۔

مرکزی لائبریری میں انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کا اضافہ

الحمدللہ مرکزی لائبریری کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد ذمہ داران اسے مستند مراجع ومصادر سے بھرنے اور جدید ترین سہولیات سے آراستہ کرنے کی طرف خصوصی طور پر متوجہ ہوگئے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں "انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا" کا جدید ترین مکمل سیٹ ۳۲ جلدوں میں فراہم کیا گیا ہے اور اہم مصادر کی ایک طویل فہرست بھی تیار کرلی گئی ہے جن کے حصول کی کوشش جاری ہے۔ اس سلسلے میں اہل علم واہل خیر حضرات سے خصوصی طور پر اپیل کی گئی ہے اور کچھ دوسری تدابیر بھی اختیار کی جاری ہیں۔

دار الشفاء تیار چند مہینوں قبل دار الشفاء کی تعمیر کا کام شروع ہوا تھا۔ الحمدللہ اس کی پہلی منزل پورے طور پر تیار ہوچکی ہے، توقع ہے جلد ہی طبی سہولیات بھی فراہم کردی جائیں گی اور وہ اپنا کام کرنے لگے گا۔ ضرورت ہے کہ دوسری منزل کا کام بھی جلد شروع ہوجائے تاکہ جملہ ضروریات کے لئے وہ خود کفیل رہے۔

مسجد کی توسیع مسجد کی توسیع کا کام بھی تیزی سے چل رہا ہے۔ سابقہ تعمیر کے مطابق اندر نو صفیں تھیں توسیع کے بعد نو صفوں کا مزید اضافہ ہوگیا ہے۔ توسیع شدہ حصے کی چھت ڈھل

چکی ہے۔ پلاسٹر اور نقش ونگار کا کام چل رہا ہے، اسی مناسبت سے صحن کی بھی توسیع کی جارہی ہے جس کی بنیاد کھودی جاچکی ہے۔ اس طرح توسیع کے بعد اس کا حجم تقریباً ڈیڑھ گنا بڑھ جائے گا۔

اظہار تعزیت جامعہ کے دیرینہ بہی خواہ جناب انجم اختر صاحب ۲۲/جون ۹۹ء کو دماغ کی رگ پھٹ جانے کی وجہ سے اچانک اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا اِلیہ راجعون، آپ ضلع مئو کے رہنے والے تھے، کلکتہ میں وسیع کاروبار تھا۔ عمر ۳۸ سال تھی، انتہائی خلیق اور مخلص انسان تھے۔ اطلاع ملنے پر ناظم جامعہ ڈاکٹر خلیل احمد صاحب کی قیادت میں ایک وفد ۴/جولائی ۹۹ء کو مئو پہنچ گیا اور اہل خانہ سے تعزیت کی۔ اللہ مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے، خطاؤں سے درگذر فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

اظہار تعزیت تاخیر سے موصولہ اطلاع کے مطابق جناب عبدالرحیم صاحب فلاحی (فضیلت ۱۹۸۳ء) کے والد جناب سید لعل صاحب قریشی ۱۸/مئی ۹۹ء کو مختصر علالت کے بعد اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا اِلیہ راجعون، موصوف انتہائی دیندار اور نماز باجماعت کے پابند تھے۔ جماعت کے فعال کارکن تھے ایمرجنسی میں قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کی تھیں۔ اللہ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

مرکزی لائبریری کی افتتاحی تقریب
اور ساتواں اجلاس عام

الحمدللہ مرکزی لائبریری کی افتتاحی تقریب کی تیاریاں زور وشور کے ساتھ جاری ہیں، کاموں کی تقسیم عمل میں آچکی ہے اور ہر ایک نے اپنے حصے کا کام انجام دینا شروع کردیا ہے۔ یہ تقریب ۱۵/اکتوبر ۹۹ء کو منعقد ہوگی۔ ان شاء اللہ اسی کے ساتھ ۱۶/اکتوبر ۹۹ء کو انجمن طلبہ قدیم وانجمن طالبات قدیم کے اجلاس بھی ہوں گے، امید ہے کہ تمام بہی خواہان جامعہ، فلاحی برادران اور فلاحی خواہران نے ذاتی تیاریاں بھی شروع کردی ہوں گی۔

خطوط اور مسائل

برادر عزیز ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ماہنامہ "حیات نو" کا جون کا شمارہ آج ملا۔ اس میں ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی کا انٹرویو [illegible] دیکھا۔ شرف الدین اصلاحی میرے اچھے دوست ہیں۔ موصوف سے ۹۳ء اور ۹۲ء کے سفر پاکستان میں ملاقات ہوئی تھی، اس وقت وہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد کے معاون علمی تھے۔ سنا ہے کہ وظیفہ کے بعد وہ لاہور منتقل ہو چکے ہیں۔

مولانا حمید الدین فراہی کی شخصیت کے متعلق ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی نے بڑا تحقیقی کام کیا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ مرحوم کی ایک جامع سوانح مرتب کریں لیکن ان کے مخصوص مزاج کے سبب ان کا فراہم کردہ مواد منظر عام پر نہ آسکا البتہ چند مضامین حضرت فراہی پر انھوں نے لکھے تھے وہ چھپ چکے ہیں۔

عصر حاضر کی دو مشہور تفاسیر تدبر قرآن اور تفہیم القرآن کے متعلق کیے گئے سوال کا جواب شرف الدین اصلاحی نے تشفی بخش نہیں دیا۔ دونوں تفاسیر کو انھوں نے پڑھا بھی نہیں ہے تو یہ ان کی لاپرواہی کی دلیل ہے۔ اور ایک لاپرواہ اسکالر سے کسی مسئلہ میں سنجیدہ گفتگو کی جائے اور وہ نتیجہ خیز بھی ہو ممکن نہیں۔ "تفہیم القرآن" ایک علمی و انقلابی تفسیر ہے اور اس کا مفسر اپنی زندگی کا ایک ہدف رکھتا تھا اس لئے اس کی افادیت بے پناہ ہے۔ کسی تفسیر کی زبان اگر آسان ہو تو وہ صرف عوامی نہیں ہو جاتی، اس تفسیر سے عوام و خواص سب کے سب سیراب ہو سکتے ہیں۔ اس کا ایک ایک نوٹ ہماری تفاسیر کا نچوڑ ہے اگر اس کی افادیت کے لحاظ سے قیمت مقرر کی جاتی تو ایک ایک نوٹ ایک ایک لاکھ روپئے سے کم کا نہیں ہے۔ تفہیم القرآن میں علم و تفکر کی چند ایسی خصوصیات پوشیدہ ہیں جس کی بنا پر صاحب تفسیر کے مشہور نقاد مولانا عبد الماجد دریابادی نے لکھا ہے کہ "ان کی تفسیر تفہیم القرآن کا نام رہتی دنیا تک ان شاء اللہ رہے گا"

(معاصرین از مولانا عبد الماجد دریابادی ص ۱۷۴-۱۷۵)

"تدبر قرآن" پر میں کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا جو لوگ اس کو پڑھیں گے سمجھ جائیں

یہ چند سطریں میں نے قلم برداشتہ لکھ دی ہیں آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔ والسلام

مخلص: وحید الدین سلیم حیدر آباد (۲ر جولائی ۱۹۹۹ء)

P.O Box 365 Hyderabad 500001 (A.D.)

مکرمی ایڈیٹر صاحب ماہنامہ "حیات نو" مظفر پور اعظم گڑھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

حیات نو کے تازہ شمارہ میں جناب ڈاکٹر شرف الدین صاحب اصلاحی سے لیا گیا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے، اس انٹرویو کے تعلق سے صرف ایک بات عرض کرنی ہے۔ ڈاکٹر شرف الدین صاحب اس سے پہلے مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کے تعلق سے اس سے متضاد باتیں لکھ چکے ہیں اور یہ چیز ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ کس کو ناسخ سمجھیں اور کس کو منسوخ۔

۱۹۹۱ء میں مدرسۃ الاصلاح میں مولانا حمید الدین فراہیؒ پر جو سمینار منعقد ہوا تھا اس میں ڈاکٹر صاحب موصوف تشریف فرما تھے۔ اس سفر سے واپسی کے بعد انھوں نے ماہنامہ اشراق جلد [illegible] شمارہ ۳ مارچ ۱۹۹۲ء مطابق رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ میں ایک تاثراتی مقالہ بعنوان "مدرسۃ الاصلاح اور فراہی سمینار ایک اصلاحی کی نظر میں" لکھا تھا، جس کے دو اقتباس پیش خدمت ہیں:

"مدرسۃ الاصلاح اور فکر فراہی سے دلچسپی رکھنے والوں کا ایک اچھا خاصا حلقہ پاکستان میں بھی موجود ہے، مولانا فراہی کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی نے جو لاہور میں مقیم ہیں اپنے درس اور اردو تفسیر "تدبر قرآن" اور دیگر علمی کارناموں کے ذریعے سے مولانا فراہی کو پاکستان میں اس حد تک متعارف کرادیا ہے کہ اب پاکستان میں ایسے افراد شاید ہی ملیں جو یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس کریں کہ یہ فراہی کون ہے۔ ورنہ ابھی کچھ عرصہ پہلے کی [illegible] یونیورسٹی واٹس چانسلر نے جو خیر سے عربی زبان کے پی ایچ ڈی [illegible] فراہی کون ہے....." (ص ۲۷-۲۸)

ڈاکٹر شرف الدین صاحب اصلاحی کے اسی مضمون کا [illegible]

" سمینار کی کارروائی [illegible]

جملہ میں بیان کرنا چاہوں تو میں یہ کہوں گا کہ اس سیمینار نے مولانا امین احسن اصلاحی کے اس تاریخی جملے کی تصدیق کر دی جو انھوں نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ "یہ صدی مولانا فراہی کی صدی ہے" بلاشبہ مولانا فراہی کو یہاں تک لانے میں مولانا اصلاحی کا حصہ بہت وقیع ہے، مولانا کے ناتمام کام کی تکمیل انھیں کے ہاتھ ہوئی۔ اب اس فکر کو یہ خطرہ لاحق نہیں ہے کہ وہ ضائع ہوگا" (ص ۳۳)

اب یہ آپ کے انٹرویو نگار کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی وضاحت فرمائیں کہ سرحد کے اس پار اور اس کے دونوں بیانات میں کس کو درست تسلیم کیا جائے۔

والسلام

محمد عارف اعظمی عمری

رفیق دارالمصنفین (اعظم گڑھ)

فارغات " كلية البنات " جامعۃ الفلاح کی خدمت میں

امید کہ بعافیت ہوں گی۔

غالباً آپ کو اطلاع مل چکی ہوگی کہ مجلس شوریٰ جامعۃ الفلاح نے اکتوبر ۱۹۹۹ء میں مرکزی لائبریری کی افتتاحی تقریب کے انعقاد کا فیصلہ کیا ہے نیز اس کے ساتھ آپ کے لئے یہ اطلاع یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ اس موقع پر انجمن طلبہ قدیم کے اجلاس عام کے ساتھ انجمن طالبات قدیم کا دوسرا اجلاس عام بھی ہونا طے پایا ہے۔ ۵/۶ / اکتوبر ۱۹۹۹ء میں بمقام کلیۃ البنات میں منعقد ہوگا اس ضمن میں چند امور پر آپ کی توجہ مطلوب ہے:

۱۔ آپ کے پرانے پتے اگرچہ موجود ہیں، تاہم تبدیلی مکان کی صورت میں نئے پتے سے آگاہ کریں

۲۔ اجلاس کے سلسلے میں اپنے مشورے اور تعاون ارسال فرمائیں نیز اجلاس کی کامیابی کے لئے دعاؤں کا اہتمام کریں۔

۳۔ اگر ممکن ہو سکے تو مرکزی لائبریری کو بھی اپنا خصوصی تعاون پیش کریں۔

اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو

والسلام

ساجدہ فلاحی